جلد 4 شمارہ 6 اگست 2002ء جمادی الاول 1423ھ

من الناس من یتخذ من دون اللہ اندادا یحبونھم کحب اللہ ؕ
الذین امنوا اشد حبا للہ ؕ

اور لوگوں میں وہ بھی ہیں جو دوسروں کو اللہ کا ہمسر بنا لیتے ہیں
ان سے اللہ کی محبت کی مانند محبت کرتے ہیں جبکہ اہل ایمان
شدید محبت اللہ ہی سے کرتے ہیں
(البقرۃ۔165)



عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح وفلاح کا علمبردار

ماہنامہ

فلاح آدمیت

گوجرانوالہ

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

مرکز تعمیر ملت جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

اغراض و مقاصد

- کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول ﷺ کثرت ذکر، مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اسکی رضا و لقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا۔
- حضور ﷺ کے صحابہ کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج۔
موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت ہی مختصر اور سہل العمل اوراد و اذکار کی تلقین۔
- غصہ و نفرت، حسد و بغض، تجسس و غیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم و رضا، عالمگیر محبت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا، تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل و عیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا، اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا۔ اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے انکے اخلاق کی اصلاح کرنا۔

عالمگیر محبت، اکرام انسانیت اور فلاح آدمیت کا علمبردار

سلسلہ عالیہ توحیدیہ



عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان
کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

محمد صدیق ڈار توحیدی صاحب

جلد 4 شمارہ 6 اگست 2002ء جمادی الاول 1423ھ

ایڈیٹر وحید احمد

مجلس ادارت

قیمت ——— 15/- روپے　　سالانہ فنڈ ——— 150/- روپے

شیخ سلسلہ سے رابطہ کیلئے:
محمد صدیق ڈار توحیدی
مرکز تعمیر ملت نزد وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
Ph:0431-893535

ایڈیٹر سے رابطہ کے لئے:
وحید احمد
تھانہ روڈ بلدیہ مارکیٹ گکھڑ ضلع گوجرانوالہ
Ph:0431-293379

پرنٹر عمر رشید انصاری نے المعراج پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

Fax: No. +92-431-222020
E-mail: toheddia@hotmail.com

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

اس شمارے میں

اداریہ

انسان فطرۃ مدنی الطبع ہے۔ وہ اپنی نوع کے دوسرے افراد کے ساتھ مل کر رہنا پسند کرتا ہے۔ باہم ں جل کر رہنے کی صورت میں ایک دوسرے کی ضروریات کے پیش نظر باہم تعاون کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک انسان کے دوسرے انسان کے ذمے کچھ حقوق ہوتے ہیں۔ جن کی ادائیگی لازمی ہوتی ہے۔ ۔انچہ اہل حق کے حقوق کو خدا کے حکم کے مطابق انجام دینے کا نام خدمت خلق ہے۔ خدمت خلق کے ٰ ی اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے کام آنا ہے۔ لیکن اسلام میں اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی رضا خوشنودی کے لئے ۔ا کسی اجرت، صلہ یا معاوضہ کے خلق خدا کے کام آنا اور اعانت پر کمربستہ رہنا ہے۔ سکاؤٹنگ کا موٹو "المتعد" خدمت خلق کا بہترین ترجمان ہے۔

اگرچہ عام طور پر خدمت خلق سے مراد کسی اجرت، معاوضہ اور لالچ کے بغیر بنی نوع انسان کے خدمت کرنا ہے لیکن اگر کوئی شخص چاہے تو اپنے کاروبار اور ملازمت بلکہ زندگی کے ہر پہلو میں خدمت خلق کی روح کو شامل کر سکتا ہے۔ مثلاً" ایک کاروباری آدمی اپنے کاروبار میں اگر دھوکہ دہی، جھوٹ اور چور بازاری سے کام نہیں لیتا بلکہ دیانت داری سے ماپ تول کرتا ہے اور گاہکوں سے خوش خلقی سے پیش آتا ہے تو وہ بھی خدمت خلق کا فرض انجام دیتا ہے، اسی طرح ایک شخص اپنی ملازمت کے فرائض دیانت داری سے انجام دیتا ہے تو یہ بھی خدمت خلق میں شامل ہے۔ والدین اور رشتہ داروں کی خدمت اور ضرورت کے وقت ان کی امداد اگرچہ ایک دنیاوی معاملہ ہے لیکن اگر یہی فرض رضائے الٰہی کے پیش نظر ادا کیا جائے تو یہ بھی خدمت خلق ہی ہے۔

اسلام میں خدمت خلق کا دائرہ بڑا وسیع ہے۔ اس میں اپنے بیگانے مسلم اور غیر مسلم حتیٰ کہ حیوانات سے حسن سلوک کرنا بھی خدمت خلق میں شامل ہے۔ مختصر یہ کہ زندگی کے وہ تمام معاملات جن سے انفرادی یا اجتماعی لحاظ سے قوم و ملک کی اخلاقی، سیاسی، معاشی اور معاشرتی زندگی میں مدد مل سکے خدمت خلق میں شامل ہے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی شخص اپنی کسی مجبوری کی وجہ سے خود خدمت خلق کا کوئی کام نہ کر سکتا ہو تو وہ کسی اور کو سفارش کر دیئے تو یہ بھی نیکی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں امت مسلمہ کو خیر امت سے یاد کیا ہے۔ یعنی مسلمان بہترین جماعت ہیں اور اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ وہ بہترین جماعت اس لئے ہیں کہ ان کی تشکیل کا مقصد بنی نوع انسان کو فائدہ اور نفع پہنچانا ہے۔ یہی خدمت خلق ہے۔

انسان ایک معاشرتی حیوان ہے۔ وہ معاشرہ میں زندگی بسر کرنا پسند کرتا ہے۔ تنہائی کی زندگی گزارنا اس کی فطرت کے خلاف ہے۔ اسی لئے اسلام رہبانیت کا مخالف ہے بلکہ وہ تمام انسانوں کو باہم مل جل کر

زندگی بسر کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ معاشرتی زندگی ہی سے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون اور اشتراک کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اس طرح ہر انسان پر دوسرے کے لئے کچھ فرائض عائد ہوتے ہیں اور ہر ایک کو دوسرے کی طرف سے کچھ حقوق بھی حاصل ہوتے ہیں۔ ان حقوق و فرائض کی ادائیگی خدمت خلق کی شکل اختیار کرتی ہے۔

خدمت خلق کا جذبہ بہترین نیکی ہونے کے علاوہ معاشرے کی اہم ترین ضرورت بھی ہے۔ ہر شخص نفسانفسی کے عالم میں ہو تو معاشرہ کے کمزور اور غریب لوگ دم توڑنے لگیں اور پوری قوم تباہی کی طرف گامزن ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی معاشرے کا مقصد خدمت خلق ہے" تاکہ اسلامی معاشرہ ایک مثالی معاشرہ بن سکے اور امت مسلمہ صحیح معنوں میں دنیا کی بہترین امت قرار پاسکے۔

ہر معاشرہ میں ایسے محتاج اور معذور افراد ہوتے ہیں جو اپنی روزی خود کمانے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ اگر مالدار لوگ خدمت خلق کے جذبہ سے سرشار ہوں تو ان محتاجوں کی مالی ضروریات پوری ہو سکتی ہیں اور معاشرہ گداگری کی لعنت سے محفوظ ہو سکتا ہے۔ گداگری کا موثر علاج خدمت خلق ہے۔ غربت سے کئی قسم کی معاشرتی برائیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اگر خدمت خلق کا جذبہ پوری قوم میں پیدا ہو جائے تو ملک سے غربت کا خاتمہ ہو جائے۔ اس طرح ملک بے شمار برائیوں سے پاک ہو جائے گا۔ اسلام نے زکوٰۃ اور خیرات کا حکم دے کر اس اہم ضرورت کو پورا کرنے کا انتظام کیا ہے۔ اگر ان سے بھی ضروریات پوری نہ ہوں تو تمام زائد مال کو اللہ کی راہ میں صرف کرنے کا حکم ہے۔

دنیا میں وہی قومیں کامیاب ہوتی ہیں جن کے افراد میں خدمت خلق ایثار اور قربانی کے جذبات موجزن ہوتے ہیں۔ اسلام کے ابتدائی دور میں مسلمان ان اوصاف سے متصف تھے لہٰذا دنیا کی قیادت ان کے ہاتھ میں تھی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں خدمت خلق کا جذبہ عطا فرمائے آمین

والسلام

وحید احمد

درس قرآن

(میاں محمد اشرف تسنیم)

وجاهدوا فی الله حق جهاده (الحج - 78)

ترجمہ! "اور (سرتوڑ) کوشش کرو اللہ تعالٰی کی راہ میں جس طرح کوشش کرنے کا حق ہے"

قارئین کرام۔ مذکورہ آیت کریمہ میں جہاد کے متعلق بیان کیا گیا ہے اس لئے بہتر ہو گا کہ پہلے جہاد کا مفہوم سمجھ لیں۔ جہاد ایک عربی لفظ ہے جو لفظ جہد سے نکلا ہے۔ اس کے لغوی معنی محنت و مشقت سعی و کوشش اور دوڑ دھوپ کرنے کے ہیں مگر شرعی اور اسلامی اصطلاح میں ہر امکانی سعی و کوشش محنت و مشقت جانفشانی اور تگ و دو کو جہاد کہا جاتا ہے جو دین اسلام کی سربلندی)۔ اسکی اشاعت اس کے لئے تحفظ اور اس کی حمایت اس کی نصرت کی خاطر کی جائے صرف اللہ کے لئے گویا ہر باطل قوت کے خلاف ہر امکانی قوت سے برسرپیکار رہنے، جسم و جان مال و متاع کی قربانی اور ان سے بے نیازی کا نام جہاد ہے۔ جس کے لئے حکم دیا جا رہا ہے کہ یہ جہاد اپنی شہرت کے لئے نہیں اپنی عزت کے لئے نہیں اپنے نام کے لئے نہیں انفرادی یا اجتماعی مفاد کے لئے نہیں بلکہ تمہارا جہاد صرف اور صرف اللہ رب العزت کا نام بلند کرنے کے لئے ہونا چاہئے محض اللہ کے لئے۔

آیئے اب دیکھیں کہ جہاد کا حکم کن حالات میں ہوا اور کب ہوا۔

اسلام دین فطرت ہے اسکا ہر حکم لاکھوں حکمتوں کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے۔ کفار اسلام لانے والوں کو تنگ کرتے رہے، پتھر مارتے رہے، زک پہنچاتے رہے، نتیجتاً ہجرت حبشہ اور پھر ہجرت مدینہ ہوئی۔ کفار کی زیادتیاں اور بڑھ گئیں۔ ان کا جبر حد سے بڑھ گیا مسلمان ان کے ظلم و ستم کا اور نشانہ بننے لگے اور کفار کی ایذا رسانیاں ان کا معمول بن کر رہ گئیں۔ دین متین کو مٹانا کفر و شرک اور طاغوتی طاقتوں کا نصب العین بن گیا۔ پھر بھی حضور ﷺ تیرہ سال تک بغیر کسی جھگڑے کے 'بغیر جنگ و جدل کے کفار کو اللہ کی عبادت کرنے اور بت پرستی سے توبہ کرنے کی تبلیغ فرماتے رہے پھر بھی کفار اور مشرکین اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے۔

ایسے میں خیر و شر کے مالک کو یہ بات پسند نہ آئی کہ برائی کا بول بالا ہوتا رہے۔ دنیا فتنہ و فساد سے بھری رہے۔ باطل قوتیں حق کو پامال کریں حق تو آتا ہی باطل کو مٹانے کے لئے ہے۔ تب 2 ہجری میں جہاد مسلمانوں پر فرض کر دیا۔ تاکہ جذبہ جہاد سے ان کے اندر ایک ایسی قوت پیدا ہو جائے جو بڑی سے بڑی طاقت کو خاک میں ملا دے۔

تاریخ شاہد ہے کہ جب ہم جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر عملی میدان میں اترے۔ باطل قوتیں ختم ہو گئیں اور فسق و فجور کا نام نہ رہا بلکہ دشمن قوتیں سوچنے پر مجبور ہو گئیں کہ آج ان بوریا نشینوں میں یہ کمال کیسے پیدا ہوا جس نے وقت کی اپنے اردگرد کی جابرو قاہر حکومتوں کے بخئیے اُدھیڑ کر رکھ دیئے۔

حقیقت یہ ہے کہ جب کسی قوم کے بڑوں میں جذبہ شہادت پیدا ہو جائے تو اس قوم کے بچے بھی کمال دکھاتے ہیں جیسے اسلامی تاریخ میں عملی جہاد کی پہلی جنگ جنگ بدر۔ اس جنگ میں وقت کے سب سے جابر شخص ابوجہل کو دو ننھے بچوں نے جہنم رسید کر دیا۔ اے اللہ ان دو انصاری بچوں کا سا جذبہ ہماری نئی نسل میں بھی پیدا فرما دے۔ آمین۔ صاحبو ساری گفتگو کا حاصل کیا نکلا کہ جہاد دین اسلام کے مقاصد جلیلہ کی تکمیل کرتا ہے اسی لئے جہاد ایک عدیم النظیر عبادت ہے تمام عبادات کا نچوڑ بلکہ کسوٹی جہاد ہی ہے کیونکہ جتنی بھی عبادات ہیں ان کا مقصود انفرادی اور اجتماعی تعمیر ہے جب کہ جہاد اس تعمیر کو مضبوط کرنے والا قائم رکھنے والا۔ بلکہ باقی رکھنے والا ہے۔ کچھ سمجھ میں آیا کیا مقام ہے جہاد کا۔ کیا قدر ہے جہاد کی۔

اے اللہ کے بندو تمام عبادتیں زندہ رہ کر کی جاتی ہیں لیکن جہاد جیسی عبادت کے لئے جان دینی پڑتی ہے۔ جی ہاں سب کچھ قربان کرنا پڑتا ہے ہمارے آباؤ اجداد نے اپنے عمل سے دنیا کو ایسا سبق دیا کہ باطل طاقتیں پکار اٹھیں۔

بات کیا تھی کہ نہ روما سے نہ ایراں سے دبے
چند بے ترتیب اونٹوں کے چرانے والے

ارے جاہلو۔!! ان کی تربیت ان ہاتھوں نے کی جن ہاتھوں کی قسمیں اللہ رب العزت کھا رہا ہے۔ اس سے بڑھ کر دنیا کو اور کون تربیت دے سکتا ہے۔ یہ ان کی تربیت کا ہی اثر تھا کہ عرب خدا اور اس کے رسول کے سوا کسی کو بھی خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ آج ہم ہادی برحق احمد مجتبیٰ ﷺ ہی کی بدولت کتنے خوش بخت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم جیسے گنہگاروں کے لئے ہر لمحہ دن ہو یا رات صبح ہو شام مسجد ہو یا مکتب میدان سیاست ہو یا میدان صحافت، تخت ہو یا تختہ، آزادی ہو یا قید۔ گویا ہر لمحہ ہر لحظہ ہم جہاد کر سکتے ہیں۔ حق کے لئے جہاد قولی جیسے حضرت ابوذر غفاریؓ نے کہا جہاد فکری جیسے خندق کے موقع پر حضرت سلیمان فارسیؓ نے کیا۔ جہاد مالی جیسے غزوہ تبوک کے موقع پر ایک صحابی، غریب صحابی حضرت ابوعقیل انصاریؓ نے کیا جہاد سیفی جیسے حضرت خالد بن ولیدؓ نے کیا کہ سیف اللہ کہلائے۔ آؤ دعا کریں۔ مل کر۔ اللہ کو ایک اللہ مان کر۔ اے اللہ ہمیں نفس کے خلاف جہاد کرنے کی توفیق دے تاکہ دوسری اقسام کے جہاد آسان ہو سکیں۔ کلمہ حق کہہ سکیں۔ زبان سے، دل سے، علم سے، قلم سے، تیری دی ہوئی ہر امکانی طاقت سے جہاد کا حق ادا کر سکیں تاکہ مسلمان سارے عالم کے مسلمان بحثیت مسلمان زندہ رہ سکیں۔

قارئین محترم! تاریخ گواہ ہے جب تک مسلمانوں میں جذبہ جہاد باقی رہا۔ جہاد کی روح زندہ رہی دشمن طاقتیں۔ تمام مخالف لرزہ براندام رہے۔ مسلمان پوری دنیا پر حکمراں رہے مگر آج مسلمان پریشان ہیں وہ صرف اس لئے کہ اب ان میں حق کہنے کی ہمت نہیں رہی جہاد سے ڈرتے ہیں۔ وہ اسلامی اصولوں کے خلاف مال سے پیار کرتے ہیں۔ کاروبار میں بددیانتی کرتے ہیں انہیں آخرت کی کوئی فکر نہیں یہ آخر کیوں ہے۔ صاف بات ہے کہ ہمارا ایمان مضبوط نہیں۔ عبادات سے ہمیں پیار نہیں۔ قرآن سے عشق نہیں فرمان محبوب ﷺ کی پرواہ نہیں۔ اسی لئے آج پوری مسلم قوم پریشان ہے۔ بالخصوص پاکستان کے مسلمان۔ افغانستان کے مسلمانوں نے انشاء اللہ جہاد ہی کی بدولت فتح و کامرانی حاصل کرلی ہے خود میرے پیارے وطن کو ابھی تک دشمن نے دل سے قبول نہیں کیا کئی بار اس نے اس اسلام کے قلعہ کو مسمار کرنے کی کوشش کی لیکن ہم ----- خدا ہماری بری، بحری اور فضائی افواج کا رعب اور دبدبہ دشمن پر قائم رکھے اور یہ تب ہی ممکن ہو گا جب پوری مسلم قوم پاکستانی قوم کا ایک ایک فرد جذبہ جہاد سے، اسلامی جذبہ جہاد سے مکمل سرشار نہیں ہو جاتا اس لئے وقت کا تقاضا ہے کہ ہمارے پیارے وطن کے فوج کا مقدس فریضہ انجام دینے کے لئے ہر وقت تیار رہیں اور دعوت جہاد کو عام کریں۔ فضیلت جہاد سے ہر ایک کو آگاہ کریں اور اپنا اٹھنا بیٹھنا چلنا پھرنا سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق کرلیں۔ خالی باتوں سے نہیں کھوکھلے نعروں سے نہیں، بلکہ اپنے عمل سے، اپنی صفوں میں گھسے ہوئے دشمن پر نگاہ رکھیں اسی میں ہم سب کی فلاح ہے اور پوری قوم کی بقاء ہے۔

رب العزت سے دعا ہے کہ اے اللہ میری قوم کو غداروں سے نجات دے۔ اور اے اللہ ہمیں اسلام کی خاطر، ملک و قوم کی خاطر، اور حوصلہ دے اور اعتماد دے کہ وقت آنے پر پورے یقین کے ساتھ تیرے نام کی سربلندی کے لئے جہاد میں شریک ہو کر تیرے مہمان بنیں۔

اے خداوند کریم ہماری مدد فرما۔ ہر آن ہماری نصرت فرما اور فتح کو مسلمانوں کا مقدر بنا دے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین۔

درس حدیث

(اعجاز احمد)

عن ابی عبدالرحمن عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یقول بنی الاسلام علی خمس شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ و رسولہ واقام الصلوۃ وایتاء الزکوۃ وحج البیت وصوم رمضان۔ (بخاری و مسلم)

ترجمہ! "ابو عبدالرحمن عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا۔ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں (ارکان) پر رکھی گئی ہے اس گواہی پر کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ یقینا" محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنے پر اور زکوۃ دینے پر اور بیت اللہ کے حج پر اور رمضان کے روزے رکھنے پر" (اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے)

اسلام کی عمارت کے بنیادی پتھر

حدیث میں اسلام کو ایک عظیم الشان بلند و بالا عمارت سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اس بلند و بالا عمارت کی بنیاد پانچ ارکان پر رکھی گئی ہے۔ چونکہ کوئی بھی عمارت بنیادوں کے بغیر نہیں اٹھائی جا سکتی۔ اس لئے اسلام کی یہ بنیادیں اگر کمزور ہوں تو عمارت اسلام خود بخود کمزور ہو گی۔ مراد یہ ہے کہ ہر مسلمان کو ان پانچ ارکان پر کاربند ہونا لازم ہے اگر ان میں کوتاہی اختیار کی تو ایسے آدمی کا اسلام بے سہارا اور مضبوطی سے خالی ہو گا۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ان پانچ عبادات کو اسلام کی بنیاد کہا گیا ہے اس لئے واضح ہے کہ اسلام کی عمارت کو مکمل کرنے کے لئے دوسری چیزوں کی ضرورت ہو گی۔ وہ دوسری چیزوں پر اکتفا کر لینا اور باقی احکام اسلام کو ترک کر دینا بھی اخروی فلاح کے لئے کافی نہیں۔ اس حدیث میں صرف بنیادی ارکان کا ذکر ہے جن کے بغیر اسلام مکمل ہی نہیں ہوتا۔

حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک ایمان تصدیق قلبی اور عمل بالارکان کا نام ہے۔ ان کے نزدیک کوئی آدمی اسلام میں اس وقت تک داخل ہی نہیں ہو سکتا۔ جب تک ان پانچوں ارکان پر عمل پیرا نہ ہو۔ اگر ان میں سے کوئی رکن رہ جائے تو انسان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے ان کے اس نظریہ سے ارکان خمسہ کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔

عقیدہ توحید اور رسالت

یہ سب سے پہلا اور بنیادی رکن ہے اور کلمہ طیبہ ان دونوں پر مشتمل ہے۔ اور یہ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ اس کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کا اقرار ہے۔ یہی وہ عقیدہ ہے۔ جس کا پرچار تمام نبیوں اور رسولوں نے کیا ہے۔ اس اقرار کی رو سے اللہ تعالیٰ ہی خالق و مالک کائنات ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ حاجت روا اور مشکل کشا وہی ہے۔ اسکی ذات اور صفات میں کوئی نبی اور کوئی ولی شریک نہیں۔ توحید خداوندی کا یہ عقیدہ اسلام کی روح اور دین کی جڑ ہے۔ اسی عقیدے نے انسان کو اس کا صحیح مقام عطا کیا ہے اسے اپنے جیسے انسانوں کی غلامی' دریاؤں' پہاڑوں اور درختوں کی پوجا سے نجات اسی عقیدے کی بدولت ملی ہے۔ کلمہ طیبہ کا دوسرا حصہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ کا رسول اور پیغمبر ماننے پر مشتمل ہے۔ آپ کو رسول تسلیم کرنے سے مراد یہ ہے کہ آپ جو کچھ بھی لائے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اس لئے اس پر عمل کئے بغیر ایمان و اسلام کا دعویٰ غلط ہے۔ قرآن مجید میں اللہ کی اطاعت اور رسول ﷺ کی اطاعت کو لازم و ملزوم قرار دیا گیا ہے۔

ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ

2۔ نماز

توحید و رسالت کے عقیدے کے بعد چار ایسے ارکان ہیں جو عمل سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان میں پہلا رکن قیام صلوۃ ہے آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کی رو سے یہ رکن بے حد اہمیت کا حامل ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ مسلمان اور کافر کے درمیان امتیاز کرنے والی چیز نماز ہے اور جس نے جان بوجھ کر نماز کو چھوڑا اس نے کفر کا ارتکاب کیا قرآن مجید میں اُسے ادا کرنے کی تلقین سینکڑوں آیات میں وارد ہے۔

حدیث میں نماز کے قائم کرنے کا حکم ہے قائم کرنا محض ادا کرنے سے بہت مختلف ہے اس میں نماز کی باجماعت ادائیگی' صفیں درست کرنا' خضوع اور خشوع' نماز کے تمام ارکان کا صحیح طور پر ادا کرنا سب کچھ شامل ہے۔

3۔ ایتاء زکوٰۃ

نماز بدنی عبادت ہے تو زکوٰۃ مالی عبادت ہے نماز قائم کرنے والے کا جسم ہروقت پاک صاف رہتا ہے

تو زکوۃ ادا کرنے والے کا مال تمام آلودگیوں سے صاف ہو جاتا ہے۔ خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم و تزکیھم بھا۔ اے رسول ﷺ انکے مالوں میں سے صدقہ وصول کرو۔ جس کے ذریعہ انہیں پاک و صاف کردو۔ اس آیت میں اسی طرف اشارہ ہے۔

زکوۃ کے ذریعہ غریبوں اور مسکینوں کی روزی کا بندوبست ہوتا ہے۔ مسافروں اور غلاموں کی ضروریات اور آزادی کا حصول ممکن ہوتا ہے اور زکوۃ کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس سے دولت چند ہاتھوں میں مرکوز ہونے کی بجائے معاشرے میں گردش کرتی ہے' غریبوں اور امیروں میں فرق کم کرنے میں مدد ملتی ہے۔ جس سے مختلف طبقوں میں منافرت کم ہوتی ہے اور مسلم معاشرہ کو مضبوط بنانے میں آسانیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

4۔ صوم رمضان

یہ اسلام کا چوتھا رکن ہے۔ سال میں صرف ایک مہینے یعنی رمضان المبارک میں روضے ہر مسلمان پر فرض کئے گئے ہیں۔ یہ بھی بدنی عبادت ہے۔ لیکن نماز سے بالکل مختلف روزے میں صبح سے شام تک کھانے پینے اور دیگر خواہشات سے رک جانے کا حکم ہے۔ ضبط نفس کے لئے روزے سے بہتر کوئی ذریعہ ممکن نہیں۔ اس سے مسلمانوں میں جفاکشی' صبر اور مشکلات کو برداشت کرنے کی قوت پیدا ہوتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ بدن کی درستی کے لئے یہ بہترین علاج ہے۔

5۔ حج بیت اللہ

عمر میں ایک مرتبہ حج کرنا فرض ہے' لیکن اس شرط کے ساتھ کہ حج کرنے والے کے پاس اخراجات سفر موجود ہوں۔ یہ عبادت بدنی بھی ہے اور مالی بھی سفر کی تکالیف برداشت کرنے کی وجہ سے تو یہ جسمانی عبادت ہے لیکن ساتھ ساتھ مال خرچ کرنے کی بھی اس میں ضرورت ہوتی ہے۔ حج مسلمانوں کا مرکزی اجتماع ہے اس سے مسلم قوم کے اتحاد اور یکجہتی کی روح تازہ ہوتی ہے اور اس کے ساتھ یہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی یادگار بھی ہے۔

خواجہؒ کے خطوط

(خالد مسعود توحیدی)

1۔ اصل چیز اخلاق اور اللہ کی یاد

(بنام غلام نبی صاحب 25/7/1962)

"آپ نے جو ترقی کی ہے اس سے خوشی ہوئی اللہ تعالیٰ اور ترقی دے۔ اب ان عادتوں کو پختہ رکھنا۔ خواہ کیسے ہی حالات پیش آئیں۔ غصہ نہ کرنا۔ سب سے عاجزی سے ملنا۔ ممکن ہے گھر پر کچھ ایسے واقعات پیش آئیں وہاں بھی غصہ نہ کرنا۔ نیکی پر قائم رہنا۔ یہی سب سے بڑی دولت ہے۔ جو کچھ دیکھا ہے سب اچھا ہے مگر دیکھنے سے غرور نہ پیدا ہونے پائے کیونکہ دیکھنا بذات خود کوئی بڑی چیز نہیں ہے۔ ایسا ہی ہے جیسا کہ سینما دیکھ لیا۔ اصل چیز اچھا اخلاق اور اللہ کی یاد ہے۔ یہ بڑھنا چاہئے۔ تم سادہ سے پٹھان ہو یہی بات مجھے پسند ہے۔ تکلف اور بناوٹ مجھے پسند نہیں۔ پٹھان اکثر سخت مزاج ہوتے ہیں اور ان کو غصہ بہت آتا ہے اللہ کا شکر ہے تمہاری سختی اور غصہ جاتا رہا ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے"۔

2۔ نشہ میں سرمست

(بنام محمد مرتضیٰ صاحب 24/7/1964)

"ملک صاحب سے کہیں کہ وہ خود کوئی بات ہرگز نہ کیا کریں۔ پہلے مجھے پوچھ لیا کریں۔ انہیں خود تو سمجھ ہے نہیں۔ دوسرے وہ اللہ اللہ کے نشہ میں سرمست رہتے ہیں۔ اس واسطے کام کرنے سے پہلے مشورہ کر لینا اچھی بات ہے۔ مثلاً" اگر وہ مجھ سے مشورہ لیتے تو میں ان کو ملازمت چھوڑنے کا مشورہ ہرگز نہ دیتا۔ مگر وہ پوچھتے ہی نہیں خود جو چاہے کر گزرتے ہیں"۔

3۔ نعمت کو ٹھوکر نہ ماریں

(بناوٹ محمد مرتضیٰ صاحب 11/8/1963)

"خوشی ہوئی کہ ملک صاحب کو کام مل گیا ہے مگر آپ نے یہ نہیں لکھا کہ کیا کام ملا ہے اور تنخواہ کیا ہے۔ بہرحال بیکاری سے اچھے رہیں گے۔ انہیں سلام کہہ دیں اور کہیں کہ آئندہ خدا کی دی ہوئی کسی نعمت کو ٹھوکر نہ ماریں"۔

4۔ کام کرنا بہت مشکل ہے

(بنام محمد مرتضٰی صاحب 18/8/1963)

"تبلیغی فنڈ کا روپیہ کس طرح خرچ کیا جائے گا اور کس کے پاس جمع رہے گا۔ تفصیل سے لکھیں کہ تبلیغ کس طرح کریں گے اور اس کا روپیہ کس طرح خرچ ہو گا مفصل لکھیں۔ تجویز پاس کر دینا آسان ہے کام کرنا بہت مشکل ہے۔ ایسی تجاویز جس میں لوگوں سے روپیہ لیا جائے بہت احتیاط اور ہوشیاری سے منظور کرنی چاہئے اور میری منظوری کے بغیر آپ کو ہرگز عمل میں نہیں لانا چاہئے"۔

5۔ لین دین کے اصول

(بنام محمد قاسم صاحب 29/7/1965)

"آپ نے سوسائٹی کے لئے رقم وصول کئے بغیر رسیدیں کیوں جاری کر دیں۔ یہ تو بہت بڑی غلطی اور لین دین کے اصول کے بالکل خلاف ہے۔ آئندہ ہرگز ایسا نہ کریں اور جن کو اس طرح رسیدیں جاری کی ہیں ان سے فوراً پوری رقم وصول کر لیں"۔

6۔ کتابیں نقد قیمت پر

(بنام محمد قاسم صاحب 29/7/1965)

"افتخار شاہ کی کتابوں کی بابت کراچی کے خادم حلقہ کو خصوصاً اور دوسروں کو عموماً لکھ دیں۔ فی کاپی کی قیمت لکھ دیں۔ مگر یہ لکھ دیں کہ روپیہ نقد آنے پر کتابیں بھیجی جائیں گی اور اس کو بھیجیں جو نقد روپیہ بھیجے"۔

7۔ امانت میں خیانت

(بنام محمد قاسم صاحب 29/9/1965)

"سوسائٹی کے فنڈ کی بابت اکاؤنٹ کا ایک عرصہ مقرر کر لیجئے۔ میرے خیال میں ہر سہ ماہی بعد چھپوانا۔ جلدی کی ضرورت نہیں۔ ہاں بانڈ خرید کر بنک میں رکھنے میں جلدی کرنی چاہئے کیونکہ نقد روپیہ ہاتھ سے اٹھ ہی جاتا ہے اور یہی امانت میں خیانت ہے"۔

خواجہ خواجگان پیر پیراں حضرت خواجہ محمد بہاؤالدین نقشبند رحمتہ اللہ علیہ

(غلام مرتضیٰ)

حضرت شاہ نقشبند قدس سرہ کی توجہ

حضرت خواجہ علاؤالدین عطارؒ نے فرمایا کہ حضرت خواجہ قدس سرہ، کی توجہ سے طالبوں کا یہ حال کہ ہم پہلے ہی قدم میں مراقبہ کی سعادت سے مشرف ہو جاتے تھے اور جب حضرت خواجہ قدس سرہ کی توجہ اور زیادہ ہوتی تو مقام فنا تک واصل ہوتے اور اپنے سے فانی اور حق تعالیٰ کے ساتھ باقی ہو جاتے۔ اس وقت حضرت خواجہ قدس سرہ فرماتے کہ ہم صرف حصول دولت کا واسطہ ہیں ہم سے علیحدہ ہو کر مقصود حقیقی سے جاملو۔ اصحاب تکمیل وارشاد کا طریقہ یہ ہے کہ اس راستہ کے طالبوں کو طریقت کے گہوارہ میں رکھتے ہیں اور تربیت کے پستان سے دودھ پلاتے ہیں یہاں تک کہ وصل الہٰی تک پہنچ جاتے ہیں اس کے بعد انکو دودھ سے روکتے ہیں اور محرم بارگاہ احدیت بناتے ہیں تاکہ بلاواسطہ پیر کے براہ راست حضرت عزت وجلت قدرتہ سے فیض حاصل کرنے لگیں۔ آپ نے فرمایا کہ عبادت میں اپنی ہستی کی طلب ہے اور عبودیت میں اپنی ہستی کا کھونا ہے۔ جب تک سالک میں کچھ بھی ہستی باقی ہے کوئی عمل نتیجہ بخش نہیں ہو سکتا۔

خدا تعالیٰ کی پہچان

آپ نے فرمایا من عرف الله لا يخفى عليه شي جس نے خدا تعالیٰ کو پہچانا اس سے کوئی چیز مخفی نہیں رہ سکتی یعنی عارف جب اشیا کی طرف توجہ کرتا ہے تو وہ اس پر ظاہر ہو جاتی ہے۔

آپ نے فرمایا کہ چالیس سال سے ہم آئینہ داری کر رہے ہیں ہمارے وجود کے آئینہ نے کبھی غلطی نہیں کی۔ یعنی اولیاء اللہ جو کچھ دیکھتے ہیں خدا تعالیٰ کے نور فراست سے دیکھتے ہیں۔

حضرت خواجہ کی سیر

حضرت شیخ عبدالقدوس قدس سرہ فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ کی سیر تمام آسمانوں اور زمینوں کے طبقات میں جاری ہے۔ حضرت خواجہ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ عزیزاں علی رامیتنی قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ اس گروہ کی نظر میں روئے زمین مثل دسترخوان کے پیش نظر ہے اور ہم یہ کہتے ہیں کہ نہیں بصورت ناخن ہے لہٰذا کوئی شے زمین کی ان کی نظروں سے غائب نہیں ہے فرمایا کہ اس ارشاد فرمانے کے وقت حضرت خواجہ عزیزاں قدس سراہ دسترخوان پر تھے۔

شرک

آپ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے آپ کو سلامتی حق سبحانہ و تعالیٰ میں سونپ دے اس کی اتباع غیر خدائے پاک سے شرک ہے۔ یہ شرک عوام سے معاف کیا جاتا ہے لیکن خواص سے معاف نہیں کیا جاتا۔

فیض صحبت

آپ نے فرمایا کہ اولیاء اللہ تعلقات خلق کا بار صرف اس لئے اٹھاتے ہیں کہ خلق اللہ کے اخلاق مہذب ہو جائیں یا کسی ولی کی ان کو صحبت نصیب ہو جائے کیونکہ کوئی ولی ایسا نہیں ہے جس کے حال پر اللہ تعالیٰ کی نظر عنایت نہ ہو خواہ اس سے وہ ولی آگاہ ہو یا نہ ہو۔ جو شخص کسی ولی اللہ سے ملتا ہے اس نظر الٰہی کا فیض اسکو پہنچتا ہے۔

شمع کی مانند بن

آپ نے فرمایا کہ شمع کی مانند بن مگر شمع کی طرح مت رہو یعنی شمع دوسروں کو تو روشنی دیتی ہے مگر خود تاریک رہتی ہے تم ایسا مت رہو بلکہ خود بھی روشن رہو اور دوسروں کو بھی روشن کرو۔

ذکر خفی کی حقیقت اور خصوصیت طریقہ نقشبندیہ

آپ نے فرمایا کہ جب میں کعبہ شریف کے سفر سے واپس آیا تو ملک طوس میں پہنچا۔ خواجہ علاؤ الدین عطارؒ معہ اپنے مریدوں اور معتقدین کے بخارا سے ہمارے استقبال کے لئے آئے تھے اس وقت شاہ معزالدین حسین والی ہرات کا ایک خط ایک قاصد کے ذریعہ سے ہمیں پہنچا۔ خط کا مضمون یہ تھا کہ میں شرف ملاقات سے مشرف ہونا چاہتا ہوں اور میرا حاضر ہونا مشکل ہے پس بحکم اس آیت شریفہ کے واما السائل فلا تنھر سائل کو مت جھڑکو اور بمقتضا اس کے اذا رایت لی طالبا فکن لہ خادما جب تو میرے کسی طالب کو دیکھے تو اس کا خادم بن جا۔ ہم ہرات کی طرف متوجہ ہوئے جب ہم بادشاہ کے پاس پہنچے تو فقرا کی مراسم تعظیم کے بعد صحبت منعقد ہوئی۔ بادشاہ نے پوچھا آپ کو درویشی بطور وراثت کے آپ کے بزرگوں سے پہنچی ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ پھر پوچھا آپ سماع سنتے ہیں اور ذکر جہر کرتے ہیں میں نے کہا نہیں بادشاہ نے کہا درویشی تو انہی کاموں کو کہتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ ان میں سے کچھ بھی نہیں کرتے۔ میں نے کہا خدا تعالیٰ کا جذبہ عنایت بے غایت جب مجھے پہنچا تو اس نے بلا یافت کے مجھے قبول فرمالیا میں باشارہ الٰہی حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ کے سلسلہ میں داخل ہو گیا اور اس طریقہ کے بزرگوں سے فیض پایا ان کے طریقہ میں ان چیزوں میں سے کچھ نہ تھا۔ بادشاہ نے پوچھا ان کے طریقہ میں کیا ہوتا ہے میں نے کہا وہ ظاہر میں مخلوق کے ساتھ رہتے ہیں اور باطن میں خدا کے ساتھ رہتے ہیں۔ بادشاہ نے کہا کیا ایسا ہو سکتا ہے میں نے کہا ہاں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن

ﷲ مردان خدا وہ ہیں جن کو تجارت اور خرید و فروخت خدا کے ذکر سے غافل نہیں کر سکتی۔ میں
ں کہا خلوت میں شہرت ہے اور شہرت میں آفت ہے۔ ہمارے حضرات خواجگان قدس اللہ اسرار ہم کا
رشاد ہے کہ خلوت در انجمن اور سفر در وطن اور ہوش در دم اور نظر بر قدم پھر میں نے کہا وہ حضور اور
اق جو ذکر بلند اور سماع میں پیدا ہوتا ہے وہ ہمیشہ نہیں رہتا مگر وقوف قلبی کی مداومت جذبہ تک پہنچاتی
ہے اور جذبہ سے مقصود حاصل ہوتا ہے۔ گرمی مجوالا از آتش درونی۔ گرمی اندرونی آگ کے سوا اور کسی
چیز سے مت حاصل کرو۔ ذکر خفی کی حقیقت وقوف قلبی ہی سے میسر ہو سکتی ہے اور وہ مقام حاصل ہوتا
ہے کہ خود دل بھی نہیں جانتا کہ وہ ذکر میں مشغول ہے۔ اکابر طریقت کا ارشاد ہے کہ خود اگر قلب کو اس
کا علم باقی رہے کہ وہ ذکر کر رہا ہے۔ (یعنی محویت نہ ہو) تو جان لے تو کہ ابھی وہ غافل ہے آیت کریمہ میں
ارشاد ہے واذکر ربک فی نفسک تضرعا وخیفه ذکر کر تو پروردگار کا دل میں زاری اور خوف کے
ساتھ

حضرت حسنؒ نے فرمایا لا تظهر ذکرک لنفسک فتطلب له عوضا تو ذکر کو اپنے نفس پر
مت ظاہر کر ورنہ وہ اس کا معاوضہ طلب کرے گا۔

چار نسبتیں

آپ نے فرمایا کہ ہمارے خواجگان قدس اللہ اسرار ہم کی تصوف میں چار نسبتیں ہیں۔ ایک حضرت
خواجہ خضر علیہ السلام سے اللہ سبحانہ و تعالیٰ انکے علم اور حکمت کو زیادہ کرے۔ دوسرے شیخ جنید بغدادی
اللہ سبحانہ و تعالیٰ ان کے اسرار کو پاک کرے۔ تیسرے سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ
ہے جو حضرت امیر المومنین علیؓ سے ان کو ہے۔ چوتھے امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ہے اسی
لئے اس طریقہ کے درویشوں کو نمک مشائخ کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا وقوف قلبی اور وقوف عددی میں
اپنے اختیار سے آنکھیں بند نہ کریں کیونکہ یہ مخلوق کے واقف ہونے کا ذریعہ ہے۔ امیر المومنین حضرت
عمر فاروقؓ نے ایک شخص کو دیکھ کر جو گردن جھکائے بیٹھا تھا فرمایا یا ابا العنق ارفع عنقک اے ابا العنق
اپنی گردن کو اٹھاؤ۔ فرمایا ذکر میں اس طرح مشغول ہو کہ کوئی شخص اہل مجلس سے اس کے حال سے
واقف نہ ہو سکے۔ فرمایا الذکر ارتفاع الغفلته فاذا رفعت الغفلته فانت ذاکروان کنت ساکتا
ذکر غفلت کے دور ہونے کو کہتے ہیں جب غفلت دور ہو جائے خواہ تو خاموش رہے تب بھی تو ذاکر ہے۔
آپ نے فرمایا کی دل کی نگرانی کا لحاظ ہر حالت میں رکھے۔ کھانے پینے کہنے سننے چلنے پھرنے خریدنے
بیچنے عبادت کرنے نماز پڑھنے قرآن پڑھنے کتابت کرنے سبق پڑھنے وعظ کہنے وغیرہ میں چاہیے کہ پلک
جھپکنے میں بھی خدا تعالیٰ سے غافل نہ رہے تاکہ مقصود حاصل ہو۔

یک چشم زدن غافل ازاں ماہ نباشی

شاید که نگاہے کند آگاہ نباشی

ایک پلک جھپکنے کی مقدار بھی خدا تعالیٰ سے غافل نہ ہو شاید کہ وہ نظر لطف فرمائیں اور تجھ کو خبر نہ ہو۔

اکابر طریقت قدس اللہ اسرار ہم نے ارشاد فرمایا جو شخص بقدر پلک جھپکنے کے اللہ تعالیٰ سے غافل رہا وہ عمر بھر میں بھی اس نقصان کو پورا نہ کر سکے گا۔ فرمایا کہ باطن کو نگاہ رکھنا بہت مشکل ہے مگر حق سبحانہ و تعالیٰ کی عنایت اور حق سبحانہ و تعالیٰ کے خاص بندوں کی تربیت سے جلد حاصل ہو جاتی ہے۔ فرمایا

بے عنایات حق و خاصان حق

گر ملک باشد سیاہ ہستش ورق

خدا اور خاصان خدا کی عنایت کے بغیر فرشتہ خصلت آدمی کے بھی نامہ اعمال کی سیاہی دور نہیں ہو سکتی ایسے پیر بھائیوں جو ہم سبق ہوں اور ایک دوسرے کے منکر نہ ہوں اصول صحبت کے پابند ہوں تو ان کی صحبت میں مقصود جلد حاصل ہو جاتا ہے اور پیر کامل و مکمل کی ایک توجہ کی برکت سے اتنی صفائی باطن کی حاصل ہو جاتی ہے جو ریاضات کثیرہ سے بھی پیدا نہیں ہو سکتی۔

عارف رومی فرماتے ہیں۔

آنکہ بہ تبریز یافت یک نظر شمس دین

طعنہ زند بر چلہ سخرہ کند بر دہہ

شمس الدین کی ایک نظر شہر تبریز میں وہ کام کر گئی کہ اوروں کی چلہ کشیوں سے بہت آگے بڑھ گئی ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) ہمسفر تھے جب بلند جگہ پر پہنچے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے بلند آواز سے تکبیر و تہلیل کہی نبی کریم ﷺ نے فرمایا ایھا الناس ارتعوا علی انفسکم انکم لا تدعون غائبا ولا اصما انکم لتدعون سمیعا قریبا اے لوگو۔ ڈرو اپنی جانوں پر کیونکہ تم بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے بلکہ تم ایسی ذات کو پکار رہے ہو جو سننے والا ہے اور قریب ہے۔ فرمایا کہ مشائخ کا اتفاق ہے کہ ذکر خفی افضل اور اولیٰ ہے اور فرمایا کہ فرشتے بلند آواز سے ذکر نہیں کرتے۔ ذکر خفی ذکر جہر سے ستر (70) درجہ افضل ہے۔

شفاعت

آپ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے ہمارے سامنے جوتے بھی رکھے ہوں تو اس کی بھی ہم شفاعت کریں گے۔ آپ نے فرمایا کہ پہلے خستہ آدمی کے اصلی حالت پر لانے کی کوشش کرو اس کے بعد دل شکستہ کی اصلاح پر توجہ دو۔

غرور

آپ نے فرمایا کہ اس راستہ میں مغرور کا کام نکلنا نہایت مشکل ہے۔ فرمایا

گرچہ حجاب تو بردن از حد است

ہیچ حجابے است چو پندار نیست

اگرچہ خدا کے اور تیرے درمیان بہت کچھ حجاب ہیں لیکن کوئی حجاب تیری خود پسندی سے بڑھ کر نہیں ہے۔

حال

آپ نے فرمایا کہ فقیر کو چاہئے کہ جو کچھ کہے درد و حال سے کہے اگر بغیر حال کے کہے گا تو وہ حال کی سعادت سے محروم رہے گا۔

آپ نے فرمایا کہ یہ بات نہیں ہے کہ جو شخص دوڑا اس نے خدا کو پالیا بلکہ اصل بات یہ ہے کہ خدا کو وہ پائے گا جو اس کی راہ میں دوڑتا رہے گا۔ دوڑتے رہنا کا مطلب یہ ہے کہ ہمیشہ اس کی راہ کی طرف کوشش کرتا رہے۔ آپ نے فرمایا کہ اولیاء اللہ کو رازوں کی اطلاع دی جاتی ہے مگر وہ بغیر حکم الٰہی کے ان کو ظاہر نہیں کرتے۔ کہتے ہیں کہ جو شخص خدا تعالیٰ کے بھید سے واقفیت رکھتا ہے وہ چھپاتا ہے اور جو نہیں رکھتا وہ چلاتا ہے۔ اخفاء الاسرار من الابرار اسرار کو چھپانا ابرار کا طریقہ ہے۔

آپ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کی دعا کی برکت سے مسخ صورت یعنی صورت کا بگڑ جانا تو اس امت سے اٹھالیا گیا ہے مگر مسخ باطنی یعنی دل کی خرابی باقی رہ گئی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جو کچھ ہم سے کبھی خلق کے دلی حالات اعمال و احوال کا اظہار ہو جاتا ہے ہمارا اس میں دخل نہیں یا تو الہام سے اس کی ہم کو خبر ہو جاتی ہے یا کسی اور ذریعہ سے ہم تک پہنچتے ہیں۔

نیت

آپ نے فرمایا کہ ہر کام میں نیت کی صحت نہایت ضروری ہے اس لئے کہ نیت بخشش الٰہی ہے اس کسب سے کچھ تعلق نہیں۔ بزرگان دین میں سے ایک بزرگ نے حضرت خواجہ حسن بصریؒ کی نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا کہ لم یحضر فی النیته میری نیت حاضر نہیں ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ حق کو باطل سے جدا کرنے کی نیت سے منطق پڑھنا جائز ہے۔

آپ نے فرمایا کہ جس شخص کی قابلیت کا جوہر بری صحبتوں کی وجہ سے خراب ہو جائے تو اس کے کام کی درستی دشوار ہے سوائے اہل تدبیر کی صحبت کے اور وہ سرخ گندھک کی طرح کمیاب ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ غیاب الزیارة مع حضور القلب خیر من دوامها بلا حضور حضور زیارت سے غائب

رہنا حضوری دل کے ساتھ بہتر ہے یا حضوری سامنے رہنے سے۔

رحمت دو عالم ﷺ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے فرمایا زر غبا تزدد حبا ایک دن چھوڑ کر ملا کرو اس سے محبت زیادہ ہو گی۔ حضرت ابو ہریرہؓ ستون حنانہ کے پیچھے سے ہو کر پھر آ گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کی جدائی کی طاقت میں نہیں رکھتا۔ اگرچہ حضرت ابو ہریرہ نے اپنی کمال محبت کا اظہار کیا لیکن اگر حضور ﷺ کے ارشاد مبارک کی تعمیل کرتے تو اور زیادہ بہتر ہوتا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر طالب کو مرشد کے کام میں مشکل پیدا ہو جائے تو چاہیے کہ طاقت کے مطابق صبر کرے اور کارخانہ اعتقاد و تسلیم پر رکھے۔ ممکن ہے کہ اس پر راز ظاہر کر دیا جائے اور اگر طالب مبتدی ہو اور صبر کی طاقت نہ رکھتا ہو تو شیخ سے دریافت کر لے کیونکہ اس کے لئے پوچھ لینا روا ہے اور اگر طالب متوسط الحال ہو تو وہ اس کے حل کرنے کے لئے لب کشائی نہ کرے کہ اس کے لئے سوال جائز نہیں ہے۔

کرامت

حضرت خواجہ قدس سرہ سے کرامت طلب کی گئی۔ آپ نے فرمایا کہ میری یہ کرامت کیا کم ہے کہ باوجود اتنے گناہوں کے زمین پر چل سکتا ہوں۔

حضرت خواجہ قدس سرہ نہر کے اس کنارے پر جو مزار شیخ سیف الدین باخرزی قدس سرہ کے پاس ہے درویشوں کے ساتھ تشریف فرما تھے اور صحبت گرم تھی اتنے میں ایک شخص کی زبان سے یہ نکلا کہ پہلے بزرگوں کو کرامت و تصرفات حاصل تھے اس زمانہ میں کوئی ایسا بزرگ نہیں ہے جس سے اس قسم کے امور سرزد ہوں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اب بھی ایسے لوگ ہیں کہ اگر اس نہر کو اشارہ کریں کہ الٹی بہے تو اسی وقت الٹی بہنے لگے۔ حضرت خواجہ ابھی یہ فرما ہی رہے تھے کہ نہر کا پانی الٹا بہنے لگا۔ ایک جماعت کثیر نے اس واقعہ کو دیکھا۔ جب حضرت خواجہ کا وقت اخیر ہوا تو آپ کاروان سرائے میں تشریف لے گئے اور مرض کے زمانہ میں اس سرائے کے ایک حجرہ میں مقیم رہے۔ خاص خاص مرید آپ کی خدمت میں رہتے تھے۔ حضرت نے ہر ایک کے حال پر مہربانی توجہ اور الطاف خاص فرمائے۔ آخر وقت دونوں ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے۔ بہت دیر تک دعا فرماتے رہے پھر دونوں ہاتھ چہرہ پر رکھے تو آپ کا وصال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون حضرتؒ کی عمر شریف تہتر (73) سال کی تھی۔ ۳ ربیع الاول بروز پیر ۷۹۱ھ میں وصال فرمایا۔ مزار شریف بخارا میں ہے۔

تسلیم و رضا اور دعا

(خالد مسعود توحیدی)

سنہ ہے 1963ء بانی سلسلہ قبلہ عبدالحکیم انصاری فرماتے ہیں کہ حلقہ توحیدیہ مجھے یعنی انہیں یا کسی اور کو ذاتی یا دنیوی فائدہ کے لئے قائم نہیں کیا گیا۔ ہمارا مقصد خود روحانی بزرگی اور اخلاقی بلندی حاصل کرنا اور خود کچھ بن جانے کے بعد دوسروں کو اپنے جیسا بنانے کی کوشش کرنا ہے۔(25/7/1963 بنام مرتضیٰ صاحب)

مزید فرماتے ہیں کہ خطوط میں اور اس کے علاوہ ہر وقت مختلف دعاؤں کے لئے سوال کئے جاتے ہیں کبھی کاروبار میں ترقی' لاٹری' معمہ' پریشانی' حادثہ' تکلیف' بیماری' قلبی سکون' قوت ایمانی' رزق حلال غرض طرح طرح کی خواہشات اور سوال فرماتے ہیں کہ دعاؤں کی لسٹ اتنی لمبی ہوگئی ہے کہ ہر وقت دعا' ہر وقت دعا' کہ دعا میں وہ جوش نہیں رہتا۔(بنام قاسم صاحب 22/07/1962)

آپ سوچ رہے ہوں گے کہ یہ کیا موضوع ہے۔ ہمارے بہت سے بھائی' بلکہ اکثر بہت ہی اچھے ہیں۔ ہم سب توحیدی حلقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور اکثر اپنے نام کے ساتھ توحیدی کا اضافہ بڑے شوق سے کرتے ہیں بہت اچھی بات ہے۔ اسی لئے عام آدمی اور ہم توحیدی حضرات میں کچھ فرق لازمی ہونا چاہئے۔ مجھے یہاں بہت کاروبار ہوتا نظر آ رہا ہے۔ عجب دوکانداری ہے۔ کچھ گاہک ہیں اور کچھ دوکاندار' کچھ دعا' پھونکیں وغیرہ کروانے کے چکر میں ہیں اور کچھ یہی سب کچھ کرنے کے لئے بے تاب ہیں۔ کچھ سادہ لوح بڑے کھلے دل سے اپنے مسائل دوسروں کو بیان کرتے پھر رہے ہیں اور کوشش میں ہیں کہ زیادہ سے زیادہ دعائیں اکٹھی کرلی جائیں وہ اجتماع سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ کچھ دوسرے ہیں جو اپنی بزرگی کا پردہ قائم کئے ہوئے ہیں اور آنے بہانے مختلف انداز میں اپنے مسائل بیان کرتے ہیں تاکہ بزرگی کا بھرم بھی قائم رہے اور دوسرے کو اپنا مسئلہ بھی سمجھ آ جائے۔

دوسری طرف دوکاندار حضرات اپنی بزرگی کے واقعات سناتے پھر رہے ہیں اور دوکان چمکانے کی فکر میں ہیں۔ کیا بازار ہے۔ میں آپ اپنے آپ سے اور آپ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ کیا یہ اجتماع اسی مقصد کے لئے ہوتا ہے۔ شاید بلکہ یقیناً" نہیں

ہم یہاں اللہ کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں اسی کو راضی کرنا ہمارا مقصد ہے اسی مقصد کے حصول کے لئے ہمیں اپنے سے سنیئر بزرگوں کی طرف دیکھنا ہے۔ اللہ کی طرف سفر پر پابندی کے عہد کو تازہ renew کرنے کے لئے یہاں آئے ہیں۔ ہم یہ Refresh کرنے آئے ہیں کہ ہم توحیدی ہیں۔ ہماری نظر کسی بھی

معاملے میں اللہ کے سوا کسی اور کی طرف نہیں ہونی چاہئے۔ اب چاہے کوئی دعا کرنے والا ہو یا کروانے والا' یہ اصول سب کے لئے ہے۔

مانگنے والے کے لئے زیادہ بہتر ہے کہ وہ اجتماعی دعا مانگے یا پھر اپنی تنہائی میں اللہ سے مانگے' اپنے سے زیادہ لوگوں کے لئے مانگے۔ بے انتہا مانگے۔

اسی طرح کسی بھی ضرورت' مسئلے سے دو چار بھائی کو عرض کروں گا کہ اللہ کے بندے کبھی تو حوصلے اور ہمت سے یہ کہہ دے کہ اے اللہ میں صرف تیری ہی طرف نظر کئے ہوئے ہوں۔ تیری ہی رضا اور تجھ سے ہی عافیت چاہتا ہوں کیا ہم میں اتنا حوصلہ ہے کہ ہم ایک دن' ایک لمحہ کے لئے صبر کر لیں اور جانتے بوجھتے ہوئے کسی بزرگ کی طرف نہ دیکھیں اور اللہ کی طرف دیکھیں' بلکہ میں تو کہتا ہوں بے شک اللہ سے یہ بھی عرض کر دیں کہ اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں نے نفس کی خواہش کے باوجود کسی کی طرف نہیں دیکھا بلکہ تیرے ہی سامنے ہاتھ پھیلائے ہیں۔

ہم کیسے دعوے دار ہیں کہ دعوے کی تختیاں تو اپنے سینے پر سجائے ہوئے ہیں اور ہمارا رونا بند نہیں ہوتا اور وہ بھی انسانوں کے آگے بہانے ڈھونڈتے ہیں کہ ایسے انداز میں بات کی جائے کہ توحید بھی برقرار رہے اور اپنا مسئلہ بھی دوسرے کی سمجھ میں آجائے۔ یہ بات نہیں کہ اللہ کے ولی کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ وہ بھی ایسے ہی مراحل' بلکہ شاید ہم سے زیادہ سخت امتحانات سے گزر رہا ہوتا ہے انسان ہے اس دائرے سے نکل نہیں سکتا۔ ہاں کچھ فرق ضرور ہوتا ہے اور وہ کیا؟ کہ اس کی زبان پر ہمیشہ شکر کے کلمات کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ مانگتا ہے تو اپنے جیسے مجبور انسان کو بیچ میں نہیں لاتا بلکہ Direct اپنے رب سے ہم کلام ہوتا ہے ایک صحابی فرماتے ہیں' مجھے پتہ ہے میرا اللہ مجھے کب یاد کرتا ہے' دوسروں نے پوچھا کہ کب؟ فرمایا' کہ جب میں اسے یاد کرتا ہوں۔

فیصلہ ہمارے اپنے ہاتھ میں ہے۔ کہ کیا ہم نے خالق کائنات سے فاصلہ بڑھانا ہے یا کم کرنا ہے۔ اس نے تو کبھی نہیں روکا جب چاہیں ہم حاضر ہو سکتے ہیں بات کر سکتے ہیں۔ کوئی Protocol نہیں کوئی دربار نہیں۔ بندہ خدا اسے پکار کے تو دیکھ' کیوں جھجکتا ہے کیوں کم ظرفی دکھاتا ہے۔ پکار کے تو دیکھ' چل کے دیکھ' دوڑ کے تو دیکھ' تو اسے یوں اپنے قریب پائے گا کہ تیرے وہم و گمان میں بھی نہیں ہو گا۔

اے دوست! اپنے رب تعالیٰ کا کچھ تو حق ادا کر جتنا تجھ سے وہ پیار کرتا ہے تو بھی کر کے دیکھ۔ جیسے بچہ اپنی ماں سے لوٹ پوٹ ہوتا ہے تو بھی تو ہو کر دیکھ۔ کر نہیں سکتا تو شکل ہی ایسی بنا لے' ارادہ ہی کر لے' کچھ تو کر' اپنی بات کا کچھ تو بھرم رکھ' دن میں کتنی بار تو اسی سے مدد مانگنے کا دعویٰ کرتا ہے ادھر ماسوا ڈھونڈتا پھرتا ہے۔ ریاکار مت بن' ہوش میں آ' یہی تیرے لئے فائدہ مند ہے۔ اسی میں تیری فلاح ہے۔

سن میرے دوست! اپنے مقام کا تعین تو نے خود کرنا ہے کتنی دوڑ لگاتا ہے۔ کتنی پرواز کرتا ہے۔ یہ تجھ پر منحصر ہے۔ غور کر اپنی سمت پر، جس کی طرف تو دوڑ لگاتا ہے، وہ اپنی تکلیف میں دکھ میں کیا کرتے ہیں۔ اگر تو وہ بھی تیری ہی طرح ہیں تو تیرا دوڑنا بیکار ہے کہ کچھ حاصل نہ ہوگا نہ ہی سفر کٹے گا۔ اور اگر خود اس کی دوڑ اور سمت صحیح ہے تو پھر تو بھی وہی کر جو وہ کرتا ہے، جس کی طرف وہ دوڑتا ہے اپنی سمت ادھر ہی اُدھری کر لے۔ تجھے وہ کچھ حاصل ہوگا کہ تیرے وہم و گمان میں بھی نہ ہوگا۔ وقت ضائع مت کر بہت کم ہے۔ مختصر راستہ اختیار کر کہ تیری دوڑ جلد مکمل ہو۔ لمبا اور خطرناک راستہ نہ اپنا۔ اندیشہ ہے زخمی ہونے کا، کہیں پاؤں نہ کٹوا بیٹھ اور راستے ہی میں نہ رہ جانا۔

اپنے رب سے وسعت نظر مانگ کہ تجھے نظر آئے، تو دیکھ سکے۔ یہ تو جس آنکھ سے دیکھتا ہے فریب کے سوا کچھ نہیں۔ جب وہ تجھے دکھائے گا تو فریب کی گنجائش نہیں ہوگی، اسی کے نور سے تو دیکھے گا، بولے گا، نہ توحید سے دور ہوگا، نہ ادب سے باہر ہوگا۔

تیری نظر جھکے تو تجھے صرف تو ہی نظر آئے اور اپنے آپ کو دیکھنا سیکھ تاکہ درستگی ہو سکے۔ تیری نظر اٹھے تو صرف اپنے رب کی طرف کہ صرف اسی کی طرف دیکھنا ہی کمال ہے۔ پھر کہتا ہوں وقت ضائع مت کر، فریب سے نکل، حقیقت میں آ۔ ثابت کر کہ ظاہراً جو تو کہتا ہے تیرے باطن میں بھی ویسے ہی ہے۔ تیرے باطن کی درستگی ہی اصل چیز ہے۔ یہی تیرے خلوص کو ثابت کرے گی۔ یہی تیری اڑان میں مددگار ہوگی۔ پھر کہتا ہوں کم ظرف مت بن اور ادھر چل جدھر تجھے چلانا چاہتا ہے۔ راستہ کھوٹا مت کر کہ وقت کم ہے۔

(علامہ سید رشید رضا المصری

دین کی تیسری اصل۔ عمل صالح

انبیائے کرام کی تشریف آوری کا تیسرا مقصد یہ ہے کہ مخلوق خدا کو عمل صالح کی راہ بتائیں۔ غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ اعمال صالح کا وجود' خدا اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے کا لازمی نتیجہ ہے۔ کیونکہ خدا پر جس قدر زیادہ ایمان مضبوط ہو گا۔ اسی قدر زیادہ خدا کے حکموں کی قدر اور پابندی کا جوش پیدا ہو گا۔ اسی طرح یوم آخرت پر جس قدر زیادہ یقین ہو گا اسی قدر زیادہ انسان کے دل میں اپنے اعمال سے متعلق ذمہ داری کی حس پیدا ہو گی۔ مختصر یہ سمجھئے کہ ایمان کی قوت و برکت ہی سے عمل میں قوت و خوبی پیدا ہوتی ہے اور ایمان کے معدوم یا ضعیف ہو جانے سے اعمال بھی فاسد اور کمزور ہو جاتے ہیں اگر کسی شخص کا ایمان بگڑ جائے تو پھر اس کے سارے اعمال یا تو ریاکاری اور نفاق پر مبنی ہوں گے اور یا ان کی بنیاد صرف رسم و رواج اور ظاہری تقلید ہو گی۔ ان اعمال میں نہ تو کوئی روح اور حقیقت ہو گی اور نہ کسی مفید نتیجہ کا ظہور ہو گا۔

قرآن پاک نے عمل صالح کے ذکر کو بڑی کثرت سے دہرایا ہے۔ کیونکہ انسانوں نے نیکوکاری کے نظام میں بے شمار خرابیاں پیدا کر دی تھیں۔ اور جتنے بھی نیک کام یا عبادتیں تھیں' لوگوں نے ان تمام کو رسمی اور تقلیدی کام بنا دیا تھا۔ جس کی وجہ سے نہ تو نفس کو صفائی اور پاکیزگی حاصل ہوتی تھی اور نہ انسانوں کی اجتماعی زندگی کی اصلاح ہوتی تھی۔ اس لئے قرآن نے ایمان صالح کی طرف بار بار رغبت دلائی لیکن پھر بھی یہ تکرار توحید سے کم ہی ہے۔ کیونکہ توحید اصل روح ہے اور اعمال حسنہ اس کی شرحیں ہیں۔

اگر دلوں میں اثر پیدا کرنے کے لئے اعادہ و تکرار کی ضرورت نہ ہوتی تو دنیا کی علمی اور عملی اصلاح کے لئے صرف دو سورتیں کافی تھیں اور علمی اور عملی اصلاح کے لئے سورۃ العصر کافی تھی اور توحید کے لئے سورۃ اخلاص کافی تھی۔ یہ ان دو سورتوں نے اپنے وسیع معانی اور عظیم الشان مضامین کے باوجود صرف دو دو سطروں میں عقائد و اعمال کی اصلاح کا ضابطہ بالکل مکمل کر دیا ہے۔ اسی طرح سورۃ زلزال جو بیان قیامت پر مشتمل ہے صرف تین سطروں میں لکھی جاسکتی ہے۔ مگر اسکی جامعیت و کاملیت کا یہ عالم ہے کہ جب صعصعہؓ ابن معاویہ حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ نے آیت فرمائی

فمن یعمل مثقال ذرت خیرایره ومن یعمل مثقال ذرت شرایره۔ (پارہ 30 سورۃ الزلزال آیت 7 تا 8

پس۱ "جو شخص ذرہ بھر نیکی کرے گا" اس کا بدلہ دیکھے گا اور جو شخص ذرہ بھر برائی کریگا اسکا بدلہ دیکھے گا۔

مصعہ "یہ اختیار بول اٹھے یا رسول اللہ ﷺ بس کیجئے یہ ایک ہی آیت میری ہدایت کے لئے کافی ہے اس کے علاوہ میں اور کچھ نہ سنوں تو کوئی حرج نہیں اسی طرح زید بن اسلمؓ سے روایت ہے کہ ایک صحابی کو ایک شخص کے پڑھانے کے لئے مقرر کیا جب وہ اسی اوپر والی آیت پر پہنچے تو پڑھنے والے صاحب بس کافی ہو گیا۔ معلم نے اس واقعہ کا حضرت محمد ﷺ سے ذکر کیا تو حضور نے فرمایا یہ سمجھدار تھا اس نے سمجھ لیا ہے۔

اس قسم کے واقعات سے یہ آسانی نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ اہل عرب کی فہم قرآن کی قابلیت اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ انہوں نے اس کو سمجھا" اس کے مطابق اپنی اصلاح کی اور پھر تمام دنیا پر چھا گئے" اس اصول کے سمجھ لینے کے بعد کہ ہر انسان کو اس کے عمل کی جزا و سزا ضرور مل کر رہے گی۔ خواہ وہ عمل ایک ذرہ ہی کے برابر کیوں نہ ہو انہوں نے ہر نیک کام کو کرنا اور ہر بدی سے بچنا اپنی زندگی کا مقصد قرار دے لیا۔ اس جگہ یہ بات ضرور یاد رکھئے کہ "عمل صالح" ایمان باللہ اور عقیدہ یوم آخرت کا لازمی نتیجہ ہے اور یہ اس لئے ہے کہ جس شخص کا خدا پر ایمان ہو گا۔ اس کا دل یقیناً" خدا کی محبت اور عظمت سے لبریز ہو گا۔ پھر اس کی زبان سے بھی خدا کی حمد و ثنا کے ترانے بلند ہوں گے اور اس کا جسم بھی خدا کی عبادت اور اطاعت کے لئے بے اختیار جھک جائیگا۔ اسی طرح قیامت پر عقیدہ رکھنے والا" ثواب کی تمنا میں ضرور نیکیوں کی طرف راغب ہو گا اور سزا کے خوف سے بدکاریوں سے پرہیز کرے گا۔

بہرحال یہ تینوں اصول ایسے ہیں کہ اگر خدا کے نبیوں کی ہدایت کے مطابق کوئی شخص ان پر قائم ہو جائے تو وہ علم و عمل کے ہر گوشہ میں ترقی کریگا۔ اور اسے زندگی کے ہر شعبہ میں عروج نصیب ہو جائے گا۔ اس کے خلاف بت پرستوں اور کفارہ کے ماننے والوں کے ایسے اصول ہیں کہ نہ تو ان سے خودداری کی حس اور ذمہ داری کا احساس پیدا ہوتا ہے نہ انسان کی روحانی ترقی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اگر وہ بت پرست ہیں تو انسان ہو کر "پتھروں وغیرہ کے سامنے جھکتے ہیں اور اگر کفارہ وغیرہ پر ایمان رکھتے ہیں تو پھر ان کا بھروسہ اپنے عمل پر نہیں ہے۔ دوسروں کی سفارش پر ہے۔

عمل صالح کے حدود

علمائے عمل صالح کی جو تفسیر کی ہے وہ اپنے اندر اتنی وسعت رکھتی ہے کہ انسان کی پوری زندگی اس پر حاوی ہو سکتی ہے۔ عمل صالح میں وہ تمام اعمال داخل ہیں جن سے مخلوق کی خدمت و اصلاح ہوتی ہے مثلاً" والدین کے ساتھ اچھا سلوک غریبوں پر مہربانی یتیموں اور مسکینوں کی خبر گیری و تعلیم اور پند و وعظ کے

ذریعے سے خدمت خلق اسی طرح اخلاق حسنہ 'راستی فیاضی 'براداری اور صبر و حلم وغیرہ بھی عمل صالح کی شاخیں ہیں۔ وقضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا اما یبلغن عندک الکبر احدھما او کلاھما فلا تقل لھما اف ولا تنھرھما وقل لھما قولا کریما۔ واخفض لھما جناح الذل من الرحمت وقل رب ارحمھما کما ربینی صغیرا ربکم اعلم بما فی نفوسکم ان تکونو صلحین فانہ کان لا وابین غفورا وات ذالقربا حقہ والمسکین وابن السبیل ولا تبذر تبذیرا۔ ان المبذرین کانو اخوان الشیطین وکان الشیطین لربہ کفورا ○واما تعرضن عنھم ابتغاء رحمتہ من ربک ترجوھا فقل لھم قولا میسورا ولا تجعل یدک مغلولتہ الی عنقک ولا تبسطھا کل البسط فتقعد ملوما محسورا ان ربک یبسط الرزق لمن یشاء ویقدر انہ کان بعبادہ خبیرا بصیرا ولا تبسطھا کل البسط فتقعد ملوما محسورا ان ربک یبسط الرزق لمن یشاء ویقدر انہ کان بعبادہ خبیرا بصیرا ولا تقتلوا اولا دکم خشیتہ املاق نحن نرزقھم وایاکم ان قتلھم کان خطا کبیرا○ ولا تقربو الزنی انہ کان فاحشہ وساء سبیلا ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیہ سلطنا فلا یسرف فی القتل انہ کان منصورا ولا تقربوا مال الیستمم الا بالتی ھی احسن حتی یبلغ اشدہ واوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولا ○واوفو الکیل اذا کلتکم وزنوا بالقسطاس المستقیم○ ذالک خیر واحسن تاویلا○ ولا تقف مالیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفوء اد کل اولئک کان عنہ مسولا ولا تمش فی الارض مرحا انک لن تخرق الارض ولن تبلغ الجبال طولا○ کل ذالک کان سیہ عند ربک مکروھا○ ذالک مما اوحی الیک ربک من الحکمتہ ولا تجعل مع اللہ الھا اخر فتلقی فی جہنم ملوما مدحورا○۔

ترجمہ! اور تیرے پروردگار کا فیصلہ ہے کہ اس کے سوا کسی کو نہ پوجو اور والدین کے ساتھ احسان کرو جب ان میں سے ایک یا دونوں تمہارے سامنے بوڑھے ہو جائیں تو انہیں اف تک نہ کہو اور نہ جھڑک دو بلکہ نرمی کی بات کہو اور ان کے سامنے اپنے آپ کو محبت اور نرمی سے جھکا دو اور کہو اے

ردگار۔ ان پر اسی طرح رحم کرو جس طرح کہ انھوں نے بچپن میں مجھے پالا۔ تمہارا پروردگار خوب
جو کچھ تمہارے دلوں میں چھپا ہے اگر تم نیک ہو تو وہ اپنی راہ میں متوجہ ہونے والوں کے لئے بہت کریم
رشتہ دار کا حق ادا کرو مسکین اور مسافر کی مدد کرو۔ لیکن بے جا خرچ نہ کرو بے جا خرچ کرنے والے
شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا ناشکر گذار ہے پھر اگر کبھی رحمت الٰہی (فراخ دستی) کے
انتظار میں ان سے تغافل کرو تو اس صورت میں بھی ان سے نرم بات کرو اور اپنا ہاتھ بند کر کے نہ تو اپنی
گردن سے جکڑ لو نہ زیادہ کشادہ اور آزاد رکھو۔ بخیل اور مسرف نہ ہو تاکہ ملامت زدہ اور دل شکستہ بن کر
بیٹھنا پڑے اور یاد رکھو کہ تمہارا پروردگار جس کے لئے چاہتا ہے رزق وسیع کرتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے
اپنے بندوں سے باخبر اور دیکھنے والا ہے اور اپنی اولاد کو تنگ دستی کے ڈر سے قتل نہ کرو کیونکہ ہم تمہیں بھی
اور ان کو بھی رزق دیتے ہیں بے شک ان کا قتل بڑا گناہ ہے اور زنا کے قریب بھی نہ جاؤ یہ بے حیائی ہے
اور بری راہ ہے اور کسی ایسی جان کو نہ مارو جسے مارنا خدا نے حرام قرار دیا ہے ہاں حق ہو تو ایسا کرو تو جو
شخص ظلم سے قتل کیا گیا ہے تو ہم نے اس کے وارث کو اختیار دیا ہے پس وہ قتل کرنے میں حد سے نہ
بڑھے بے شک وہ امداد کے لائق ہے اور یتیم کے مال کے پاس بھی نہ جاؤ۔ مگر بہتر طریقہ سے یہاں تک کہ
وہ جوان ہو جائے پھر وہ ذمہ دار ہے اور عہد پورا کرو کیونکہ اس کی جواب دہی کرنی پڑے گی۔ اور جب ناپو
تو پورا اور ٹھیک ترازو سے برابر وزن کرو' یہ بہتر ہے اور اس کا انجام اچھا ہے اور کسی ایسی بات کے پیچھے نہ
پڑ جاؤ۔ جس کا تمہیں علم نہیں ہے۔ بے شک کان' آنکھ اور دل سب سے انسان کی باز پرس ہو گی اور زمین
پر اکڑ کر نہ چلو' کیونکہ تم نہ زمین کو پھاڑ سکو گے اور نہ اونچے ہو کر پہاڑوں تک پہنچ سکو گے یہ سب چیزیں
تمہارے پروردگار کی نظر میں بہت بری باتیں ہیں یہ وہ حکمت ہے جس کی تمہارے پروردگار نے تم پر وحی
کی ہے خدا کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ بناؤ ورنہ ملامتی ہو کر دوزخ میں ڈالے جاؤ گے" ان آیات کو
اور اسی طرح سورۃ انعام میں پانچویں اور سورۃ بقرہ میں آیت کی تلاوت کرو۔ تم ان احکام کو تورات کی
آیتوں سے کہیں زیادہ جامع اور بلند پاؤ گے مختصر یہ کہ قرآن میں اسی قسم کی بیشمار آیتیں ہیں جو انسان کو
اخلاق عالی کی طرف اٹھاتی ہیں ذلیل اور پست حرکات سے روکتی ہیں۔ اور ان تمام گناہوں سے منع کرتی
ہیں جن سے جسم یا مال کو نقصان پہنچتا ہے یا آبرو اور شرافت پر حرف آتا ہے۔

تقویٰ کے ذریعہ سے اصلاح اعمال

غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ تمام انسانی گناہوں کی اصل جڑ' خواہش نفس کی پیروی اور وسوسہ
شیطانی کی اطاعت ہے قرآن پاک نے اسی جڑ کو پکڑا ہے اور اس سے بچ جانے کی بہت بہت ترغیب دی ہے
اور اس کے مقابل تقویٰ کے اختیار کرنے پر سارا زور صرف کر دیا ہے اور عبادات' معاملات' حقوق
زوجین اور صلح و جنگ کے تمام واقع پر اس کی اہمیت واضح کی ہے کیونکہ تقویٰ انسانی خصلتوں کا وہ پاک

اور بلند مقام ہے کہ جب کوئی نفس اسکو پالیتا ہے تو بدی کی نجاست اور گناہ کی ظلمت سے بالکل محفوظ ہو جاتا ہے۔

قرآن پاک علمی ہدایات سے لبریز ہے مگر اس کی دعوت عمل کی دعوت ہے یہ نہیں کہ وہ چند فلسفیانہ حقائق پیش کر دے اور پھر رک جائے۔ قرآن عزیز اپنے ماننے والوں کے سامنے حق و باطل اور خیر و شر کی تمام راہوں کو ایک ایک کر کے پیش کرتا ہے اور پھر حکم دیتا ہے دیکھو یہ بدی ہے اس سے الگ رہو' اپنے ہر عمل کا جائزہ اور حساب لو اور حق کو باطل پر اور خیر کو شر پر غالب کر کے دکھادو۔ قرآن کہتا ہے اس تمام اصلاح و درستی کا دارومدار دو ایسی باتوں پر ہے جن کے سمجھنے کے لئے ارسطو یا ابن سینا کا فلسفہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے' وہ دو باتیں یہ ہیں۔ (۱) انسان ناجائز خواہشات کو چھوڑنے کے لئے نفس کے ساتھ جنگ کرے۔ (۲) اپنے آپ کو تقویٰ (خدا ترسی اور پرہیزگاری) کے زیور سے آراستہ کرے چنانچہ قرآن پاک کی تقریباً تیس آیتوں میں تقویٰ اور متقین کا ذکر اور ان کی فضیلت کا بیان ہے ہم یہاں نمونے کے طور پر دونوں مضامین کی صرف ایک ایک آیت پیش کرنا چاہتے ہیں۔ نفس پروری اور خواہش پرستی کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔

افرءیت من اتخذ الٰهه هواه واضله الله علی علم وختم علی سمعه وقلبه وجعل علی بصره غشاوة فمن یهدیه من بعد الله افلا تذکرون (پارہ ۲۵ سورۃ الجاثیہ ۴۵ آیت ۲۳)

ترجمہ! ذرا اس شخص کو دیکھئے جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنایا ہے اور اس غلط طریق عمل کے باعث اللہ نے اس کو صحیح راستہ سے ہٹادیا۔ حالانکہ اس شخص کو علم بھی ہے اور اسکے کانوں پر مہر لگادی اور دل پر مہر لگادی آنکھ پر پردہ ڈال دیا۔ اب خدا کے سوا کون ہے جو اسے سیدھی راہ پر لائے؟ کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے؟

اس آیت سے پہلے کئی عبرت آموز اور حکیمانہ واقعات و احکام مذکورہ ہیں مثلاً" سب سے پہلے بنی اسرائیل کی سرفرازی اور بادشاہی کا بیان ہے پھر کتاب آجانے کے بعد ان میں خود غرضی کے باعث جو باہمی اختلاف ہوئے ان کا ذکر ہے۔ اسی سلسلے میں یہ بھی ارشاد ہے کہ نیکو کار اور بدکار ہرگز برابر نہیں ہو سکتے اور ہر شخص کو اس کے عمل کا بدلہ ملنا ضروری ہے۔ آگے چل کر یہ بھی کہا گیا ہے قیامت کے دن نہ تو کوئی کسی کے لئے فدیہ ہو گا' نہ خدا کی مرضی کے خلاف کوئی شخص کسی کی شفاعت کر سکے گا۔ ان تمام مضامین کے بعد مذکورہ بالا آیت آتی ہے۔ جسکا صریح مطلب یہ ہے کہ جو شخص خواہشات نفسانی کا محکوم اور غلام بن جائے اس کو قدرتی طور پر اسی کی خود غرضی کا بدلہ ملتا ہے کہ اس سے عمل صالح کی توفیق چھین لی جاتی ہے خواہ اس میں برائی اور بھلائی کے سمجھنے کی کسی قدر بھی قوت اور علم موجود ہو۔ توفیق الٰہی چھین جانے کے بعد وہ ہر نیکی اور سچائی سے اس طرح غفلت برتتا ہے کہ گویا اس کے پاس علم ہوتا ہے اور پھر بھی اس پر نیکی کے تمام راستے بند ہو جاتے ہیں اور اس کی ہدایت کی کوئی صورت نہیں رہتی۔ فرمایئے خود

(ترجمہ؟) کے حالات کا اس سے زیادہ صحیح نقشہ اور کیا ہو سکتا ہے؟ بالکل یہی مضمون دوسرے عنوان سے سورۃ فرقان میں ہے۔

(ارایتمن) اتخذ الهه هواه افانت تكون عليه وكيلا ○ ام تحسب ان اكثرهم يسمعون او يعقلون ان هم الا كالانعام بل هم اضل سبيلا ○

ترجمہ! "ذرا اس شخص کو دیکھئے جس نے اپنی خواہش کو معبود بنالیا ہے کیا آپ ایسے شخص کا ذمہ لے سکتے ہیں؟ کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ ایسے لوگ کچھ سن سکتے ہیں یا سمجھ سکتے ہیں؟ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ وہ تو جانوروں کے مثل ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ اصل راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ (پارہ ۱۹ سورۃ الفرقان ۲۵ آیت ۴۳۔ ۴۴)

خدا تعالیٰ نے چند احکام کے بعد تقویٰ کی نتائج کا اس طرح ذکر فرمایا ہے۔

یاایہا الذین امنوا ان تتقوا الله یجعل لکم فرقانا و یکفر عنکم سیئاتکم ویغفر لکم والله ذوالفضل العظیم ○

ترجمہ! "اے ایمان والو اگر تم خدا کے لئے تقویٰ اختیار کرو گے تو اللہ تمہیں فرقان' قوت امتیاز یا امتیازی شان بخشے گا اور تمہارے گناہوں کو تم سے دور کر دے گا۔ اور تمہاری بخشش کا سامان کریگا۔ اور اللہ بڑا ہی صاحب فضل ہے۔

یہ آیت کس قدر مختصر ہے مگر اس میں ایسے اعلیٰ اور عمدہ مضامین بھرے پڑے ہیں جن کا اندازہ بھی مشکل ہے۔ اس آیت کے دو لفظ تقویٰ اور فرقان' حقائق کا خزانہ ہیں۔ پہلے تقویٰ اور فرقان کا تعلق سمجھئے۔ تقویٰ درخت ہے اور فرقان اس کا میٹھا اور قیمتی پھل ہے آیت کی شرح یہ ہے۔ اے ایمان والو۔ اگر تم خدا سے ڈرو گے اور اس سے ڈر کر اس کے دین و شریعت پر چلو گے اور قوانین فطرت کی پیروی کرو گے اور خدا ہی کے خوف سے اعمال صالح کی طرف پیش قدمی کرو گے اور بدکاریوں سے دور رہو گے تو خدا اس تقویٰ کے صلہ میں تمہیں فرقان بخش دے گا۔ یعنی تم میں ایسا جوہر پیدا کر دے گا جس کی مدد سے تم حق و باطل میں فرق کر سکو گے۔ نفع اور نقصان کی بات کو پرکھ کر الگ کر سکو گے۔ تم میں ایک ایسا نور پیدا ہو جائے گا۔ جس کی بدولت تم کہہ دیا کرو گے کہ یہ غلط ہے اور یہ صحیح ہے۔ یہاں فرقان کے معنی امتیازی شان میں بھی کئے جاسکتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی امداد سے متقیوں کو نوع انسان میں ایک امتیازی حیثیت عطا فرمائے گا۔ فضیلت علم میں' قوت میں' عمل میں' بلندی اخلاق میں' سیاسی برتری میں' الغرض ہر شرف و مجد اور ہر فضل و کمال میں وہ ایک نمایاں حیثیت رکھیں گے۔ یہ دوسرے معنی' پہلے معنوں کے خلاف نہیں ہیں۔ پہلے معنی تو تقویٰ کا علمی ثمر اور دوسرے معنی عملی ثمرہ ہیں۔ ظاہر یہ کیا گیا ہے کہ جب تم متقی

بن جاؤ گے تو تمہارا علم و عمل امتیازی ہو جائے گا۔ قرآن نے ان دونوں معنوں کو ایک جامع لفظ فرقان سے تعبیر کیا ہے۔ اس کے علاوہ تقویٰ کے دوسرے فضائل اس طرح بیان کئے گئے ہیں۔

ومن یتق الله یجعل له مخرجا ویرزقه من حیث لا یحتسب ومن یتق الله یجعل له من امره یسرا۔ ومن یتق الله یکفر عنه سیاته و یعظم له اجرا○ (سورہ الطلاق آیت ۲-۳-۴-۵)

ترجمہ! "اور جو شخص متقی ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے محفوظ رہنے اور بچ نکلنے کا موقع پیدا کر دیتا ہے اور ایسے طریقوں سے اسے رزق دیتا ہے جن کا اسے تصور تک نہیں ہوتا۔ پھر جو شخص تقویٰ اختیار کرتا ہے تو اللہ اس کے گناہوں کو اس سے دور کر دیتا ہے اور اس کا اجر و ثواب بڑھا دیتا ہے۔

چونکہ نفس پروری اور نفس پرستی کے خلاف کسی شخص کا متقی ہونا' ہر اصلاح اور ہر نیکی کی بنیاد ہے اس واسطے آپ دیکھیں گے کہ قرآن نے بار بار اور مختلف طریقوں سے اختیار کرنے اور بچے رہنے (تقویٰ) کی ترغیب دی ہے۔ کہیں یہ فرمایا ہے کہ خدا کے عذاب اور دوزخ کی آگ سے بچو کہیں یہ حکم دیا ہے کہ اپنے آپ کو شرک سے اور تمام گناہوں سے بچاؤ کہیں اس کی ہدایت فرمائی ہے کہ حکومتوں اور قوموں کے عام فتنوں سے الگ رہو۔ کہیں یہ ہے کہ جہاد میں سستی کرنے سے بچو اور عورتوں پر ظلم کرنے سے پرہیز کرو۔ ان تمام احکام سے معلوم ہوتا ہے کہ تقویٰ کا مقصد اصلی صرف یہ ہے کہ انسان ہر عمل سے دور رہے جو خود اس کو یا دیگر انسانوں کو نقصان پہنچانے والا ہو۔ اور ہر اس چیز سے احتراز کرے جو انسانی زندگی کے شریفانہ مقاصد' عمدہ اغراض اور حصول فضل و کمال کے لئے روک ہو۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے حق نے تقویٰ کی یہ تعریف کی ہے کہ انسان تمام گناہوں سے پرہیز کرے اور نہایت ہی قوت و اہتمام کے ساتھ خدا کی فرماں برداری میں لگ جائے مگر میں کہتا ہوں کہ اس تقویٰ میں کمال حاصل کرنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ انسان ان تمام امور سے پرہیز کرے جن سے اعدائے اسلام کو کچھ بھی مدد مل سکے اور ہر اس کام میں حصہ لے جو حکم اسلام کو بلند کرنے کے لئے کیا جا رہا ہو ظاہر ہے کہ تقویٰ کی یہ بلندی صرف اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جب کہ کسی شخص کو کتاب و سنت کا' قوانین فطرت کا اور قوموں کی انفرادی اور اجتماعی حالات کا نہایت وسیع اور گہرا علم بھی حاصل ہو۔ قرآن پاک نے تقویٰ کا سب سے بڑا ثمرہ یہی بیان فرمایا ہے کہ متقی کو محض توفیق الٰہی سے فرقان یعنی علم و حکمت کا ایک ایسا ملکہ حاصل ہو جاتا ہے جس کی مدد سے وہ ہر معاملے کی تہ تک پہنچ جاتا ہے ہر دھوکے اور مغالطے کو بھانپ لیتا ہے خود اس کی طبیعت ہی راہ دیتی ہے۔ کہ یہ کرے اور یہ نہ کرے۔ واقعہ اور معاملہ خواہ کوئی ہو' دینی ہو دنیاوی ہو' تمدنی اور معاشرتی ہو' سیاسی ہو اور حربی ہو متقی کے دل کی افتاد ہی اس کو صائب راہ پر چلاتی ہے یہی فرقان اور یہی تقویٰ کا ثمر ہے۔

تاریخ اسلام بتا رہی ہے کہ خلفائے راشدین اور صحابہ کرام نے اپنے حق و عدل اور تدبر و انتظام کی

مثال نظیریں چھوڑی ہیں در آں حالیکہ انھیں موجبہ علوم سے کوئی آگاہی نہ تھی یہ سب کچھ انکے تقویٰ کی برکات ہیں یہاں تک کہ آج ہمارے زمانے کے محققین مغرب نے بھی ان کے متعلق یہ صاف کہہ دیا ہے کہ صفحات تاریخ پر دنیا کی کوئی قوم اہل عرب کے عدل و اخلاق کا مقابلہ نہیں کر سکتی یہ درجہ انھیں تقویٰ کی بدولت حاصل ہو۔ لیکن جب اہل عرب متقی نہ رہے جب اہل عرب طرح طرح کے سیاسی فتنوں میں مبتلا ہو گئے جن سے قرآن نے روکا تھا۔ تو ان کے فیصلے اور ان کی تدبیریں بھی صائب نہ رہیں ان کی زمینیں ضعیف ہو گئیں ان کی سلطنتیں ٹکڑے ٹکڑے ہو گئیں بلکہ آج تو ساری امت کا ہی یہ حال ہے کہ ہر نوع کے تقویٰ سے جاہل ہے اور قوت فرقان سے محروم ہے لیکن پھر بھی ان کا دعویٰ ہے کہ ہم عزت و بلندی کے وارث ہونے والے ہیں کہ جب اہل یورپ نے اپنے موجودہ فسق و فجور کے باوجود اس قدر ترقی کر لی ہے تو مسلمانوں کا فسق و فجور کس طرح مانع ترقی ہو سکتا ہے یہ لوگ گناہ اور بدکاری کو ترقی کی راہ میں روک نہیں سمجھتے۔ ایسے لوگوں کی عقل و دانش قابل افسوس ہے دنیا میں کبھی گناہ اور بدکاری کے ساتھ ترقی اور کمال حاصل نہیں ہوا اس معاملے میں یورپ کی مثال بھی کوئی اثر نہیں رکھتی۔ اس لئے یورپ ایک طرف اپنے علم و حکمت کی وجہ سے بلند ہوتا ہے تو دوسری طرف اپنی بدکاریوں کے متناسب گر جاتا ہے چونکہ دوسری قوموں میں علم و حکمت کا سخت قحط ہے اس واسطے ان میں عروج کم ہے اور زوال زیادہ ہے بہرحال اہل عرب کی ترقی کا راز یہی تھا کہ انھوں نے تقویٰ سے اپنے نفس کو پاک کیا اور پھر زمین کی وراثت پائی عدل و انصاف کے جھنڈے اٹھائے اور بساط عالم کو رحم و کرم کے نور سے لبریز کر دیا۔

عبادات کے ذریعے اعمال کی اصلاح

آپ ہر جگہ قرآن میں دیکھیں گے کہ وہ انسان میں نیک عملی پیدا کرنے کے لئے اعمال صالحہ کے اصولوں اور بنیادوں کو بیان کرے گا اور پھر انہیں بار بار یاد دلائے گا تاکہ نقش پختہ ہو جائے اور دل اس طرف مائل ہو جائے۔

قرآن نے عبادات میں سب سے زیادہ زور نماز اور زکوٰۃ پر دیا ہے کیونکہ نماز انسان کے نفس کو پاک کرنے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے نماز سے خدا کے سامنے عاجزانہ زندگی بسر کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے نماز سے اجتماعی طاقت اور اتحاد عمل کی قوت پیدا ہوتی ہے اور زکوٰۃ سے بخل و طمع کے جذبات دبتے ہیں غربا کی مصیبتیں گھٹتی ہیں، حاجت مندوں، مجبوروں اور معذوروں کی ضروریات پوری ہوتی ہیں، امیر غریبوں کے ہمدرد بن جاتے ہیں اور قوم میں مساوات اور برابری پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی فوائد ہیں۔ مثلاً نماز کے متعلق ارشاد ہو جاتا ہے۔

اتل مااوحی الیک من الکتاب واقم الصلواته ان الصلوة تنهی عن الفحشاء والمنکر O (پارہ ۲۱ سورہ العنکبوت ۲۹ آیت ۴۵)

ترجمہ: "جس کتاب کو بھیجا گیا ہے اسی کی تلاوت کیجئے اور نماز قائم کیجئے بے شک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔

اسی طرح سورہ معارج میں ہے

ان الانسان خلق هلوعا اذا مسه الشر جزوعا و اذا مسه الخير منوعا الا المصلين الذين هم على صلاتهم دائمون ـ والذين فى اموالهم حق معلوم للسائل والمحروم O (پ ۲۹ معارج)

ترجمہ: "انسان بہت کم ہمت پیدا کیا گیا ہے جب اسے تکلیف ہوتی ہے تو گھبرا اٹھتا ہے اور جب بھلائی حاصل ہو تو بخل کرنے لگ جاتا ہے بجز نمازیوں کے جو اپنی نماز کے پابند ہیں اور جو اپنی دولت سے سائلوں اور محروموں کا حق نکالتے ہیں۔

زکوۃ کے متعلق ارشاد ہے۔

خذ من اموالهم صدقة تطهرهم و تزكيهم بها (پارہ اا توبہ ۹)

ترجمہ: "اے رسول ﷺ مسلمانوں کے مالوں میں صدقہ وصول کر کے ان کے ظاہری حالات اور ان کی باطنی کیفیات کو پاک بنا دے۔

آپ قرآن میں دیکھیں گے کہ وہ نماز اور زکواۃ کا ذکر تو بار بار کرتا ہے نماز اور زکواۃ کے شرائط اور احکام کی تفصیل بیان نہیں کرتا۔ وہ نماز کی رکعتیں بتاتا ہے۔ نہ رکوع و سجود کی تعداد بیان کرتا ہے۔ نہ جنس و مال کی شرح زکواۃ بتلاتا ہے کیونکہ چیزیں محض عددی اور حسابی ہیں ان کے پڑھنے سے روح میں صفائی اور ایمان میں قوت پیدا نہیں ہوتی۔ اس کے بجائے آپ یہ دیکھیں گے کہ قرآن ہر عبادت کا فائدہ بتائے گا۔ حکمت بتائے گا۔ روح حقیقت اور اصول بیان کرے گا۔ کیونکہ عبادت روح و حقیقت ہی دراصل اصلاح کا ذریعہ ہے۔

اعمال صالح کے بیان میں انجیل پر قرآن کی برتری

شہادت قرآن کے مطابق ہمارا یقین ہے کہ انجیل ہدایت و نور ہے لیکن ہم اس امر کے بھی قائل ہیں کہ انجیل کی ہدایت ایک خاص زمانہ تک محدود تھی عالمگیر اور دائمی نہ تھی اس کے خلاف قرآن کی تعلیم دائمی ہے۔ تمام تعلیمات سے زیادہ کامل، جامع اور وسیع ہے ہم اس جگہ دو امور میں انجیل کا قرآن پاک سے مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔

عیسائیوں کو انجیل کی جس آیت پر ناز ہے۔ وہ یہ ہے اپنے دشمنوں سے پیار کر، جو شخص تیرے داہنے گال پر تھپڑ مارے تو اس کے سامنے بایاں گال بھی کر دے، لیکن ہمارا اعتراض یہ ہے کہ اس آیت پر سوائے غلام اور ذلیل لوگوں کے کوئی عمل نہیں کر سکتا۔ یہ تعلیم زبردستوں اور ظالموں پر کمزوروں کے

ظلم و ستم کی ایک شاہراہ کھولتی ہے اور ایک عجیب تماشہ یہ ہے کہ جو لوگ اپنے کو مسیحی کہتے ہیں
[illegible]لے میں ستم کے سب سے زیادہ نافرمان ہیں پھر کون کہہ سکتا ہے کہ اس حکم پر تمام دنیا عمل پیرا ہو سکتی ہے؟
اس کے مقابلے میں قرآن پاک کی جو تعلیم ہے وہ یہ ہے۔

وجزا سیته سیته مثلها فمن عفی واصلح فاجره علی الله ان الله لا یحب
ظالمین O ولئن انتصر بعد ظلمه فاولئک ما علیهم من سبیل O انما السبیل علی
الذین یظلمون الناس و یبغون فی الارض بغیر الحق اولئک لهم عذاب الیم O ولمن
صبر وغفران ذالک لمن عزم الامور O (پ ۲۵ شوریٰ)

ترجمہ! برائی کا بدلہ برابر برائی ہے مگر جس شخص نے معاف کر دیا اور آئندہ کے لئے اصلاح کا راستہ
[illegible] صاف کر دیا تو خدا اس کو اجر دے گا۔ خدا ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ ظلم ہونے کے بعد اگر کوئی شخص
بدلہ لے لے تو اس پر بھی کوئی الزام نہیں۔ الزام تو صرف ان پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور حق
[illegible] بغیر زیادتی کرتی ہے ایسے لوگوں کو دردناک عذاب دیا جائے گا اور جو شخص صبر کرے اور معاف کر
دے تو بے شک یہ بڑی ہمت کی بات ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ زیادتی کرنے والے سے عفو و درگذر وہی شخص کر سکتا ہے جو انتقام لینے کی قدرت
رکھتا ہو۔ پھر اگر ایسا شخص معاف کر دے تو گویا وہ زیادتی کرنے والے پر اپنی برتری ظاہر کرے گا اور اس
[illegible] فتح کا نتیجہ یہ ہو گا کہ زیادتی کرنے والا از خود جھک جائے گا اور آخر کار اس کی عداوتیں محبت سے
[illegible] جائیں گی اسی لئے خدا نے یہ فرمایا ہے۔

ولا تستوی الحسنته ولا السیته ادفع بالتی هی احسن فاذالذی بینک بینه
عداوته کانه ولی حمیم (پارہ ۲۴، سورہ حم السجدہ ۱۴ آیت ۳۴)

ترجمہ! "نیکی اور بدی برابر نہیں ہو سکتے ہر برتاؤ کا جواب بہترین طریقہ سے دو نتیجہ یہ ہو گا کہ تمہارا
دشمن بھی ایسا ہو جائے گا جیسے کہ ایک مخلص دوست ہے"

دیکھو۔ قرآن پاک نے کس خوبی سے عفو و رحم کو بھی قائم کیا ہے اور کس طرح انسان کی مصلحتوں
[illegible] عقل و دانش کی حکمتوں کو بھی باقی رکھا ہے؟ کیا حضرت محمد ﷺ کی یہ مثالی اسلامی تعلیم اس بات کی
[illegible] نہیں ہے کہ قرآن خدا کی طرف سے ہے؟ کوئی شخص جو سمجھ رکھتا ہو اس سے انکار نہیں کر سکتا۔

دوسری بات جس پر عیسائیوں کو بڑا فخر و ناز ہے یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام نے دنیا ترک کی۔ اور
[illegible]ت کی بے رغبتی کی بے حد تاکید فرمائی اور سرمایہ داری کو اتنا مذموم ٹھہرایا ہے کہ اونٹ کا سوئی کے
[illegible]راخ سے نکل جانا آسان مگر ایک امیر کا خدا کی بادشاہی میں داخل ہونا مشکل، میں کہتا ہوں کہ حضرت
[illegible] کی یہ تعلیم ایک وقتی اصلاح تھی کیونکہ اس زمانے کے یہودی، مال و دولت کی محبت میں حد سے زیادہ
[illegible] کر گئے تھے اور اسکا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ ان کے اخلاق بالکل برباد ہو چکے تھے۔ انہوں نے دنیا کو پکڑ لیا تھا

اور دین کو بالکل چھوڑ دیا تھا لیکن اسلام تمام انسانوں کا عالمگیر اور دائمی دین اور اس کے تمام احکام انسانوں کے دینی اور دنیوی مصالح کے ضامن ہیں لہٰذا اس نے مال کی مذمت تو ضرور کی ہے مگر اس وقت جب کہ اس کے کمانے میں یا خرچ کرنے میں ظلم کی راہ اختیار کی جائے۔ مال اگر ظلم سے، مکرو فریب اور ناجائز طریقہ سے حاصل کیا جائے اور پھر اسے گناہ میں اور شہوت پرستیوں میں صرف کیا جائے تو بے شک ایسا مال اسلام کے نزدیک ایک لعنت ہے لیکن اگر مال جائز طریقہ سے کمایا جائے اور غریبوں پر قوم کی فلاح و ترقی پر اور خدا کی راہ میں صرف کیا جائے تو پھر قرآن کہتا ہے کہ ایسا مال ایک نعمت ہے بلکہ تقرب خداوندی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

یہی باتیں ہیں جن سے روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے کہ قرآن اللہ کی طرف سے ہے کیونکہ قرآن کی ہر تعلیم کامل ہے پہلی تعلیموں سے وسیع قرآن تعلیم کی ایک ایسی وحی ہے جس نے دین کے تمام گوشوں کو مکمل کر دیا ہے اس تعلیم کی بلندی اور برتری کو دیکھ کر کوئی منصف مزاج آدمی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان پڑھ آدمی نے یہ تمام باتیں اپنے دل سے گھڑ کر دنیا کے سامنے پیش کر دی ہیں۔

میں آخری بات کہنا چاہتا ہوں یہ بات ایسی ہے کہ میں اپنی زندگی کے تمام واقعات کو بھول سکتا ہوں لیکن فضائل اسلام کے سلسلے میں اس بات کو کبھی نہیں بھول سکتا۔ آپ یہ خیال نہ کریں کہ یہ بات میرے کسی استاد کا قول ہے نہیں، یہ طرابلس شام کے ایک مقتدر عیسائی کا قول ہے" یہ شخص جرمنی کا سفیر تھا اس زمانے میں بالکل نو عمر تھا اور سفیر مذکور کے پاس اپنی مالی ضرورت کے لئے گیا تھا ضروری باتوں سے فارغ ہو جانے کے بعد میں نے قومی، وطنی اور ترقیات حاضرہ کے مسائل پر گفتگو شروع کر دی جب میں نے یہ بتایا کہ میرے نزدیک مسلمانوں کی تباہی اور بربادی کا سبب یہ ہے کہ وہ اسلام کے اصولوں کو چھوڑ بیٹھے ہیں تو سفیر نے میرے خیال کی تصدیق کی اور کہنے لگا۔

"بے شک۔ اسلام کے فضائل پہاڑوں کی طرح مستحکم اور بلند ہیں لیکن تم لوگوں نے انھیں اس طرح زمین کے اندر دفن کر دیا ہے کہ آج ان کا پتہ تک نہیں چلتا۔ اس کے خلاف ہم عیسائیوں کے پاس کچھ بھی شے موجود نہیں ہے لیکن پھر بھی ہم اس کی اشاعت و تبلیغ میں اس قدر مصروف اور سرگرم رہتے ہیں کہ آج وہ تمام دنیا پر چھا گئی ہے"۔

اصطلاحات سے حقیقت اور وسائل سے مقصد کی طرف

(ابوالحسن علی ندوی)

اصطلاحات اور مروجہ الفاظ و عنوانات نے بعض اوقات حقائق کے ساتھ بڑی زیادتی کی ہے اور انکو ...نقصان پہنچایا ہے' دنیا کے ہر علم و فن' زبان و ادب اور دین و مذہب میں اس زیادتی کی ایک طویل روداد ...ان اصطلاحات سے بسا اوقات ایک نیا تصور پیدا ہو گیا ہے' اس کے متعلق نئے نئے قسم کے سوالات اور ...بحث پیدا ہو گئے' اختلاف و تنازعہ کا ایک لامتناہی سلسلہ اٹھ کھڑا ہوا' مختلف مذاہب اور مکتب خیال ...وجود میں آئے' دلائل اور منطق کی محفلیں آراستہ ہوئیں' افکار و خیالات میں تصادم ہوا اور لوگ مختلف ...گروہوں اور جماعتوں بٹ گئے۔

اگر ہم ان نئے اصطلاحات اور عرفی ناموں کو ترک کر کے عہد ماضی کی طرف واپس ہوں' جب ان ...کے لئے بہت سادہ اور عام فہم الفاظ مستعمل تھے اور بڑی سہولت کے ساتھ ان کیفیات اور معانی کی ...ترجمانی کی جاتی تھی۔ اور ان الفاظ کو اختیار کر لیں جو ہمارے اسلاف کے یہاں رائج تھے' تو یہ مسئلہ اسی ...آن حل ہو جائے گا اور تمام جماعتوں میں صلح ہو جائے گی۔

انہیں اصطلاحات میں ایک اصطلاح "تصوف" ہے' جو لوگوں میں بہت رائج ہے' اس سلسلہ میں ...طرح طرح کے سوال کھڑے ہوئے اور بحثوں کا ایک طویل سلسلہ قائم ہو گیا' سب سے پہلے یہ سوال پیدا ...ہوا کہ اس لفظ کی حقیقت و مراد کیا ہے؟ اس کا ماخذ و منبع کیا ہے' آیا وہ صوف سے ماخوذ ہے یا "صفاء" سے ...نکلا ہے یا "صفہ" سے؟ یا وہ ایک یونانی لفظ صوفیاء سے لیا گیا ہے' جسکے معنی حکمت بتائے جاتے ...ہیں۔

آخر یہ لفظ کہاں سے برآمد کیا گیا اور کس طرح اس کا رواج ہوا' جب کہ نہ قرآن و حدیث میں اس ...کا وجود ملتا ہے اور نہ صحابہ کرام اور تابعین کے اقوال میں نہ خیر القرون میں اس کا سراغ ملتا ہے اور ہر ایسی ...چیز کا حال اور جس کی یہ تاریخ ہو بدعت کہلانے کی مستحق ہے' غرض کہ اس طرح تصوف کے حامیوں ...اور مخالفوں میں ایک قلمی اور لسانی معرکہ برپا ہو گیا اور اس کے نتیجے میں ایک مستقل کتب خانہ وجود میں ...آ گیا جس کا سرسری جائزہ لینا بھی مشکل ہے۔

اگر ہم اصطلاح کو ترک کر کے (جس سے ہم دوسری صدی میں روشناس ہوئے ہیں) قرآن و حدیث ...اور عہد صحابہؓ و تابعین کی طرف رجوع کریں اور کتاب و سنت کا اس نقطہ نظر سے مطالعہ کریں' تو ہمیں ...نظر آئے گا کہ قرآن دین کے ایک شعبہ اور نبوت کے ایک اہم رکن کی طرف خصوصیت سے توجہ دلاتا

ہے اور اس کو "تزکیہ" سے تعبیر کرتا ہے' اور ان چار ارکان میں اس کو شامل کرتا ہے' جن کی تکمیل حضور ﷺ کے منصب نبوت سے متعلق اور مقاصد بعثت میں شامل تھی۔

هوالذی بعث فی الامین رسولا منهم یتلو علیهم ایاته ویزکیهم ویعلمهم الکتاب والحکمته وان کانوامن قبل لفی ضلال مبین (سورہ جمعہ۔ ۲)

"وہی ہے جس نے اٹھایا امیوں میں کو ایک رسول انہیں میں کا' پڑھ کرسناتا ہے ان کو اس کی آیتیں اور ان کو سنوارتا ہے اور سکھلاتا ہے' کتاب اور دانائی اور اس سے پہلے وہ پڑے ہوئے تھے صریح بھول میں"

تزکیہ سے مراد یہ ہے کہ انسانی نفوس کو اعلیٰ اخلاق سے آراستہ اور رذائل سے پاک و صاف کیا جائے' مختصر الفاظ میں تزکیہ کی وہ شکل جس کے شاندار نمونے اور مثالیں ہم کو صحابہ کرامؓ کی زندگی میں نظر آتے ہیں' اور ان کے اخلاص اور اخلاق کی آئینہ دار ہیں' وہ تزکیہ جس کے نتیجے میں ایسا صریح پاکیزہ اور مثالی معاشرہ وجود میں آیا' جسکی نظیر پیش کرنے سے تاریخ عاجز ہے۔ اور ایسی معدلت شعار اور حق پرست حکومت قائم ہوئی' جسکی مثال روئے زمین پر کہیں اور نہ مل سکی۔

ہم دیکھتے ہیں کہ زبان نبوت اسلام و ایمان کے ساتھ ایک خاص درجہ اور مرتبہ کا ذکر کرتی ہے' اور اس کو احسان سے تعبیر کرتی ہے' جس سے مراد یقین و استحضار کی وہ کیفیت ہے جس کے لئے ہر صاحب ایمان کو کوشاں ہونا چاہئے اور جس کا شوق ہر مرد مومن کے دل میں موجزن ہونا چاہئے' رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ احسان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا "تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو جیسے تم اس کو دیکھ رہے ہو' اگر تم اس کو دیکھ نہیں رہے تو وہ تم کو دیکھ رہا ہے" (بخاری و مسلم)

جب ہم شریعت اسلامی اور رسول اللہ ﷺ کے اقوال و احوال پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ دو حصوں پر منقسم تھے' ایک کا تعلق افعال و حرکات اور امور محسوسہ سے تھا' مثلاً قیام و قعود' رکوع و سجود' تلاوت و تسبیح' اذکار و ادعیہ' احکام و مناسک' فن حدیث نے اس کی روایت اور تدوین کی خدمت انجام دی' علم فقہ نے اس سے مسائل و جزئیات استخراج کرنے کا بیڑا اٹھایا' اور محدثین اور فقہاء امت نے (اللہ تعالیٰ ان کو اس کار عظیم کا بہترین صلہ عطا فرمائے) دین کو اس طرح محفوظ کر دیا کہ امت کے۔۔ اس پر عمل پیرا ہونا آسان ہو گیا۔

دوسری قسم وہ ہے' جس کا تعلق ان باطنی کیفیات سے ہے' جو افعال و حرکات کے ساتھ لازم و ملزوم ہیں اور جو رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں قیام و قعود' رکوع و سجود' ذکر و دعا' وعظ و نصیحت' گھر کے ماحول میدان جہاد غرض ہر جگہ نمایاں نظر آتی ہیں' ان کیفیات کی تعبیر ہم اخلاص و احتساب' صبر و توکل

مستقلاً ایثار و سخاوت، ادب و حیاء، خشوع و خضوع، انابت و تضرع، دعا کے وقت دل شکستگی، دنیا پر
آخرت کو ترجیح، رضائے الٰہی اور دیدار کا شوق اور اس طرح کی اور دوسری باطنی کیفیات اور ایمانی اخلاق
رکھتے ہیں، جن کی حیثیت جسم انسانی میں روح کی اور ظاہر میں باطن کی ہے۔۔۔ پھر ان عنوانات کے
نیچے اور بہت سی جزئیات اور آداب و احکام ہیں، جنہوں نے اسکو ایک مستقل علم اور علیحدہ فقہ کا درجہ
دے دیا ہے۔ چنانچہ اگر اس علم کو جو اول الذکر کی شرح و تفسیر سے متعلق ہے، فقہ ظاہر کہا جا سکتا ہے، تو وہ
علم جو ان کیفیات کی تشریح کرتا اور ان کے حصول کے لئے رہنمائی کرتا ہے "فقہ باطن" قرار دیا جا سکتا

زیادہ مناسب تو یہ تھا کہ ہم اس علم کو جس کا کام تزکیہ نفوس اور تہذیب اخلاق ہے، اور جو نفس
انسانی کو فضائل شرعیہ سے آراستہ اور نفسانی و اخلاقی رذائل سے پاک و صاف کرتا ہے اور کمال ایمان و
درجہ احسان، اخلاق نبوی کی پیروی، روحانی و باطنی کیفیات میں رسول اللہ ﷺ کی اتباع و تقلید کی
دعوت دیتا ہے۔ "تزکیہ" یا "احسان" ہی کے نام سے یاد کرتے یا کم از کم فقہ باطن ہی کہتے، اگر ایسا ہوتا تو
شاید اختلاف و نزاع کی نوبت ہی نہ آتی اور سارا جھگڑا ختم ہو جاتا اور دونوں فریق جن کو محض اصطلاح نے
ایک دوسرے سے برسر نزاع کر رکھا ہے، مصالحت پر آمادہ ہو جاتے۔

احسان اور فقہ باطن سب علمی و شرعی حقائق اور دین کے مسلمہ اصول ہیں، جو کتاب و سنت سے
ثابت ہیں، اگر اہل تصوف اس مقصد کے حصول کے لئے (جسکو ہم تزکیہ و احسان سے تعبیر کرتے ہیں) کسی
خاص اور متعین راستے یا شکل پر اصرار نہ کرتے (اس لئے کہ زمان و مکان اور نسلوں کے مزاج اور ماحول
کے ساتھ اصلاح و تربیت کے طریقے اور ان کے نصاب بھی بدلتے رہتے ہیں۔ اور وسیلہ کے بجائے مقصد
پر زور دیتے تو اس مسئلہ میں آج سب یک زبان ہوتے، اور اختلافات کا سررشتہ ہی باقی نہ رہتا، سب دین
کے اس شعبہ اور اسلام کے اس رکن کا جس کو ہم تزکیہ یا احسان یا فقہ باطن کہتے ہیں صاف اقرار کرتے
اور اس بات کو بلا تامل قبول کرتے کہ وہ شریعت کی روح، دین کا لب لباب اور زندگی کی بنیادی ضرورت
ہے۔ اور یہ کہ جب تک اس شعبہ کی طرف کما حقہ توجہ نہ کی جائے۔ اس وقت تک کمال دین حاصل
نہیں ہو سکتا اور اجتماعی زندگی کی بھی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ اور نہ صحیح معنی میں زندگی کا لطف آ سکتا ہے۔

اس صورت حال سے ہم کو اندازہ ہوتا ہے کہ اس اصطلاح "تصوف" نے دین کی کتنی عظیم، کتنی
روشن اور کتنی اہم حقیقت پر پردہ ڈال دیا ہے اور بہت سے لوگوں کی راہ میں اس حقیقت کے حصول میں
مانع بن گیا ہے، بلکہ بہت سے لوگ تو ہمت ہی ہار بیٹھے اور اس کا خیال ہی ترک کر دیا، بہرحال واقعات ہمیشہ
انسان کی خواہش کے تابع نہیں ہوتے، اب ہم کو فراخ دلی کے ساتھ اس حقیقت کا اعتراف کرنا چاہئے اور

قیود و اصطلاحات اور خواہشات اور تعصبات سے آزاد ہو کر سوچنا چاہئے ایسا نہ ہو کہ ہم ایک دینی حقیقت سے (جو شریعت کے مسلمات میں سے ہے' اور کتاب و سنت اس کی دعوت دیتے ہیں' اور انسانی معاشرہ کو بھی اس کی شدید احتیاج ہے) محض ایک نئی اصطلاح اور ایک مروج نام کی وجہ سے گریز اختیار کرنے لگیں۔

اسکے علاوہ دوسری چیز جس نے اس دینی حقیقت کو اور زیادہ غبار آلود کر دیا' وہ پیشہ ور اور جاہ طلب "حقیقت فروش" اور الحاد شعار اور فاسد العقیدہ نام نہاد صوفی ہیں' جنہوں نے دین میں تحریف کرنے' مسلمانوں کو گمراہ کرنے' معاشرہ میں انتشار پیدا کرنے' آزادی و بے قیدی کی تبلیغ کرنے کے لئے تصوف کو آلہ کار بنایا اور اس کے محافظ اور علمبردار بن کر لوگوں کے سامنے آئے' نتیجہ یہ ہوا کہ اہل غیرت اور اہل حمیت مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد ان سے بد ظن ہو گئی' کچھ غیر محقق صوفی ایسے تھے جو اس شعبہ کی روح اور اسکے حقیقی مقاصد سے ناآشنا تھے' وہ مقصد اور وسیلہ میں تمیز نہ کر سکے' بعض اوقات انہوں نے وسائل پر تو بہت اصرار کیا اور مقاصد کو نظرانداز کر دیا اور اس شعبہ یا اس فن میں ایسی چیزیں داخل کیں' جن سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا اور اسکو فن کی روح اور فن کا کمال قرار دیا بلکہ مقصود و مطلوب سمجھ بیٹھے' غرض کہ اسطرح انہوں نے مسئلہ کو اور پیچیدہ بنا دیا اور اس نزع کو مختصر کرنے کی بجائے اور طول دے دیا' انہوں نے ان چیزوں کو جن کا مکلف ہر مسلمان ہے' اور جو دین کی روح اور زندگی کی ضرورت ہیں' معمہ فلسفہ اور رہبانیت بنا کر پیش کیا' جن کی ہمت صرف وہی شخص کر سکتا تھا' جو ترک دنیا اور مادی اسباب سے کنارہ کشی کا فیصلہ کر چکا ہو' اور دنیا کی ساری نعمتوں سے دستبردار ہونا چاہتا ہو' ظاہر ہے کہ ایسے لوگ ہر جگہ اور ہر زمانہ میں بہت کم ہیں' اس سے بڑھ کر یہ کہ یہ نہ دین کا مطالبہ تھا' نہ رسول کی سنت نہ تخلیق انسانی کی حکمت۔

اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ہر دور اور ہر جگہ اور ہر ملک میں ایسے لوگ بھی پیدا کر دیئے جو دین کو مبالغہ کرنے والوں کی تحریف کے باطل پرستوں کی غلط بیانیوں اور جاہلوں کی تاویلات سے پاک و صاف اور عجمیت اور فلسفہ سے محفوظ کرتے رہے' بغیر کسی تاویل یا تحریف خالص تزکیہ کی دعوت دیتے رہے' جس کا نام احسان اور فقہ باطن ہے' انہوں نے اس "طب نبوی" کی ہر زمانہ میں تجدید کا فرض انجام دیا' وہ امت اسلامیہ میں نئی روح اور نیا ایمان پیدا کرتے رہے' بندوں کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ' معاشرہ کا تعلق اخلاق کے ساتھ' علماء کا تعلق للہیت اور اخلاص کے ساتھ استوار کرتے رہے' ایک طرف وہ عوام میں خواہش نفس' دنیا پرستی اور مال و اولاد کے فتنہ کا مقابلہ کرنے کی طاقت پیدا کرتے رہے۔۔۔ دوسری طرف انہوں نے خواص میں وہ ایمان و یقین اور روحانی قوت پیدا کی جس نے بادشاہوں کے انعامات اور

تازیانے دونوں کامقابلہ کیا اور ان کے وعدوں اور ان کی تعزیروں کا مقابلہ کرنے' جابر بادشاہوں اور حکمرانوں کے سامنے کلمہ حق کہنے' امراء اور بادشاہوں کا احتساب کرنے اور مادی مظاہر کی بے وقعتی اور کفاف پر قناعت کی طاقت وصلاحیت پیدا کرتے رہے۔ اور تاریخ میں ایسی مثالیں نظر آئیں کہ ایک بزرگ سے بادشاہ کی خوشنودی کی خاطر اس کی دست بوسی کرنے کو کہا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ "خدا کی قسم میں تو اس پر بھی راضی نہیں کہ وہ میرا ہاتھ چومے نہ یہ کہ میں اس کا ہاتھ چوموں۔ اے لوگو۔ تم ایک دوسری دنیا میں ہو اور میں ایک دوسرے عالم میں ہوں۔

بعض لوگوں کو بادشاہوں نے اپنے ملک میں بڑی سے بڑی پیشکش کی لیکن انہوں نے اس کا جواب یہ دیا کہ۔

اللہ تعالیٰ اس دنیا کا (باوجود اس کے طول و عرض کے) بڑی حقارت اور ذلت کے ساتھ ذکر کرتا ہے۔ قل متاع الدنیاقلیل اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس چھوٹے سے ٹکڑے میں سے ایک اور چھوٹا سا ٹکڑا عطا فرمایا ہے۔ اب میں اس میں بھی حصہ لگاؤں؟ یہ مجھے پسند نہیں۔

ایک بزرگ ایک امیر کے سامنے پیر پھیلا کر بیٹھے تھے' جب وہ امیر واپس ہوئے تو انہوں نے اشرفیوں کی ایک تھیلی ان کی خدمت میں بھجوائی' انہوں نے یہ کہہ کر اسکو لینے سے انکار کر دیا کہ جو اپنا پیر پھیلاتا ہے' وہ اپنا ہاتھ نہیں پھیلاتا۔

ہر زمانہ میں ایسی طاقت ور شخصیتوں اور جامع کمالات داعیوں کی ضرورت رہی ہے جو مسلمانوں میں تلاوت آیات' تعلیم کتاب و حکمت اور تزکیہ نفوس کا کام کریں۔

وہ انقطاع نبوت کے بعد رسول اللہ ﷺ کی نیابت کا فرض انجام دیں اور امت اسلامیہ کا رشتہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جوڑ سکیں' اور اس میثاق و عہد کی تجدید کریں جو کلمہ اور ایمان کے ذریعہ ہر مسلمان نے کیا ہے' اور اطاعت و فرمانبرداری' نفس اور شیطان کی مخالفت' اپنے معاملات میں خدا اور رسول کی عدالت سے فیصلہ کرانے' طاغوت کے انکار اور اللہ کی راہ میں مجاہدہ اور اس عہد کی تجدید اپنا شعار بنائیں جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کیا تھا اس لئے کہ خلافت راشدہ کے بعد خلفاء و سلاطین اسلام نے اس کام کو فراموش کر کے صرف فتوحات و ٹیکس اور جزیہ کی وصولیابی اور اپنی اولاد کے لئے بیعت خلافت کے انعقاد سے دلچسپی باقی رکھی تھی' علماء بھی اصلاح سے عاجز تھے' وہ وعظ و نصیحت' درس و تدریس' تصنیف و تالیف میں ایسے منہمک تھے کہ کسی اور چیز کو سوچنے کی بھی انہیں فرصت نہ تھی' اس کے علاوہ اگر یہ اس کا ارادہ بھی کرتے تو بھی یہ بات انکے بس کی نہ تھی' اس لئے کہ ان کی زندگی عوام کے سامنے تھی اور وہ جانتے تھے کہ اس میں زہد و اخلاص اور خلافت نبوت کے علامات اور اثرات کتنے کم او۔

شاذو نادر نظر آتے ہیں' غرض کہ اس طرح عام اور خاص ہر طبقہ میں دینی شعور اور دینی حس کمزور اور مضمحل ہوتی رہی اور رفتہ رفتہ وہ یہ بھولنے لگے کہ اسلام در حقیقت بندہ اور اس کے رب کے درمیان عہد و میثاق اور بیع و شراء ہے' نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اپنے تصرفات میں بالکل آزاد ہو گئے اور خواہش نفس کو بالکل چھوٹ دے دی' ان کی حالت بھیڑ کے اس گلہ کی سی ہو گئی۔ جس کا نہ کوئی چوپاں ہو نہ مقصد۔ عبادت کا شوق' درجہ احسان اور حلاوت ایمان کے حصول کا جذبہ سرد پڑنے لگا' ہمتیں پست ہو گئیں عزائم خوابیدہ ہو گئے اور عام طور پر لوگ (سوائے ان کے جن کو اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا) بہت بیتابی اور جنون کے ساتھ لذات اور خواہشات پر ٹوٹ پڑے۔

آخر کار اسلامی خلافت میں روح خلافت اور امانت نبوت کا خاتمہ ہو گیا اور وہ حکومت سیاست بن کر رہ گئی' جس کا کام صرف ٹیکس وصول کرنا تھا' اس وقت وسیع مملکت میں ہر طرف رسول اللہ ﷺ کے سچے نائب' اللہ کے مخلص بندے اور اہل حق کھڑے ہو گئے اور ان کی دعوت و صحبت سے تمام لوگ اسلام کے میثاق و عہد میں از سر نو داخل ہونے لگے' وہ فہم و ارادہ' شعور و احساس کے ساتھ اس نئے عالم میں داخل ہو رہے تھے' جبکہ اسلام کو انہوں نے عادتاً اور وراثۃً قبول کیا تھا' اپنی تعلیم و تربیت سے انہوں نے ایمان اور لذت ایمانی کی تجدید کی اور نفس کے تسلط' خواہشات کی اسیری اور انسانوں کی غلامی سے آزاد ہو کر عبادات و طاعات' دعوت الی اللہ اور راہ حق میں جہاد کی طرف متوجہ ہو گئے۔

پھر ان کے جانشینوں اور شاگردوں میں اور ان سب لوگوں میں جنہوں نے دعوت میں ان کی پیروی کی' دعوت اسلامی کے لئے ایسے علمبردار اور تربیت اسلامی کے امام فن (درمیانی اور آخری صدیوں میں) پیدا ہوئے جنہوں نے روح اسلامی اور شعلۂ ایمانی کی بقا و حفاظت' دعوت و جہاد کے شوق اور خواہشات و ترغیبات کے مقابلہ کے میدان میں بہت اہم خدمات انجام دیں' اگر وہ نہ ہوتے تو مادیت جو حکومتوں اور تہذیبوں کے راستے سے حملہ آور تھی' پوری امت اسلامیہ پر اپنا تسلط جمالیتی' اور زندگی و محبت کی چنگاری بالکل سرد پڑ جاتی' ان لوگوں کی وجہ سے ایسے دور دراز ملکوں میں جہاں اسلامی افواج و مجاہدین کے قدم نہیں پہنچے تھے۔ اسلام کی تبلیغ و اشاعت ہوئی' ان کے ذریعہ سے اسلام کو افریقہ کے تاریک براعظم انڈونیشیاء' جزائر' بحرالہند' چین اور ہندوستان میں فروغ حاصل ہوا۔

اور پھر اس زمانہ اور ان مایوس کن حالات میں جب ساتویں صدی ہجری میں تاتاریوں نے عالم اسلام کو زیر و زبر کر دیا اور اس کو تاراج کر کے رکھ دیا' جہاد اور مقابلہ کی طاقت بالکل ختم ہو گئی اور کسی میں ان کے سامنے آنے کی ہمت باقی نہ رہ گئی' مایوس ہو کر مسلمانوں نے تلوار اپنے نیام میں رکھ لی' اور ان کو یقین ہو گیا کہ تاتاریوں کو شکست دینا ناممکن ہے اور عالم اسلام کی تقدیر میں اس نیم وحشی قوم کی غلامی لکھ دی

ہے اور اب اسلام کا کوئی مستقبل نہیں' اس وقت یہی مخلص دین کے داعی تھے' (جن میں سے اکثر کے نام تاریخ دعوت و اصلاح کی دوربین اور عقابی نظر سے بھی اوجھل رہے) جو ان سخت دل اور سخت جان وحشی انسانوں میں گھسے اور انکے دلوں کو اسلام کی طرف مائل کرنے کی کوشش کی' یہاں تک کہ ان کے دلوں میں ان کی محبت اور قدر ہو گئی اور پھر کثیر تعداد میں وہ لوگ اسلام قبول کرنے لگے' تاتاریوں کے اس غلبہ و کامرانی پر کچھ زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ ان کی بڑی تعداد اسلام کی آغوش میں آ گئی اور وہ اسلام کے پاسبان اور محافظ بن گئے اور ان میں بڑے بڑے فقیہ' عابد اور علماء اور مجاہد پیدا ہوئے۔

ہے عیاں آج بھی تاتار کے افسانے سے

پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر یہ لوگ نہ ہوتے تو مسلم سوسائٹی بہت عرصہ ہوا دم توڑ چکی ہوتی۔ اور مادیت کی سرکش اور گرم لہر اس کے بچے کچے ایمان و یقین کا خاتمہ کر دیتی' قلوب کا اللہ تعالیٰ سے' زندگی کا روحانیت سے' معاشرہ کا اخلاق سے رشتہ ختم ہو جاتا' اخلاص و احتساب ختم ہو جاتا اور باطنی امراض کی کثرت ہوتی' قلوب و نفوس کی بیماریاں پھیلتیں اور طبیب نہ ملتا' لوگ دنیا پر ٹوٹ پڑتے اور اہل علم' جاہ و منصب اور مال و دولت کے پیچھے دوڑتے' اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے' حرص و طمع کا ان پر کلی تسلط ہوتا' غرض کہ وہ شعبہ جو نبوت میں ایک اہم شعبہ ہے' (یعنی تزکیہ نفوس اور تصفیہ باطن) بالکل معطل ہو جاتا۔

ذرا ان ملکوں کی طرف نظر ڈالئے جہاں دعوت الی اللہ' روحانیت اور سچی خدا پرستی اور تزکیہ' نفوس کا کام عرصہ سے بند ہے اور ایسے داعی اور علماء کی تعداد (جو انسانوں کا رشتہ خدائے تعالیٰ سے استوار کریں اور ان کی اصلاح باطن کی طرف متوجہ ہوں) مغربی تہذیب کے اثر یا مغرب کے قرب یا اور دوسرے اسباب کی بنا پر بہت کم ہو گئی ہے' وہاں آپ ایک ایسا خلا پائیں گے' ایک مہیب اور طویل خلا' جس کو نہ وسعت علم اور تبحر علمی سے پر کیا جا سکتا ہے' نہ ذہانت اور عالی دماغ سے' نہ ادب عالیہ سے' نہ عربی زبان و ادب سے گہرے ربط اور نسبی تعلق سے' نہ آزادی و حریت سے' یہ ایک ایسا روحانی و اخلاقی مسئلہ ہے جس کا کوئی حل نہیں اعلیٰ طبقہ کے لوگ اور عوام تیز اور ہمہ گیر مادیت' دولت کی اندھی محبت اور دوسرے اجتماعی اور اخلاقی امراض کا شکار ہیں' تعلیم یافتہ اور ذہین لوگ (مذہبی تعلیم و ثقافت ہو یا مادی) عہدہ و منصب' حسد اور بخل' تکبر اور انانیت' شہرت کی خواہش' نفاق اور مداہنت' مادہ اور طاقت سے مرعوبیت' جیسے باطنی امراض میں گرفتار ہیں۔ جہاں تک اجتماعی و سیاسی تحریکات کا سوال ہے' ان کو خود غرضی' تربیت کے فقدان اور لیڈروں کی کمزوری نے خراب کر دیا ہے' رہ گئے ادارے تو ان کو اختلافات'

احساس ذمہ داری کی کمی' دنیاطلبی اور تنخواہوں میں اضافے نے بیکار کر دیا ہے اور وہ صرف اسی کام کے ہو کر رہ گئے ہیں۔

جہاں تک علماء کا تعلق ہے' ان کے وقار اور عزت کو مظاہر پرستی اور ظاہرداری' نقر سے ضرورت سے زائد اور بیجا خوف' آرام طلبی اور عیش پسندی نے بگاڑ دیا اور ان سب چیزوں کا علاج اس تزکیہ نبوی کے علاوہ جس کا ذکر قرآن میں ہے' اور جو رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا مقصد ہے اور اس "ربانیت" میں جو علماء سے مطلوب ہے اور کہیں نہیں۔ "ولکن کونوا ربانین بماکنتم تعلمون الکتاب و بماکنتم تدرسون"

میں تزکیہ کی کسی خاص لگی بندھی اور متعین شکل پر زور نہیں دیتا' جسکا رواج عام ہوا' اور جس کا نام آخری دور میں تصوف پڑا' نہ میں تصوف کے حاملین میں سے سب کو ہر طرح کی غلط روی و غلطی فہمی سے بری سمجھتا ہوں۔ اور نہ ان کو معصوم قرار دیتا ہوں' لیکن یہ ضروری ہے کہ اس خلا کو جو ہماری زندگی اور ہمارے معاشرہ میں واقع ہو گیا ہے' جلد پر کیا جائے اور تزکیہ و احسان اور فقہ باطن کو پھر سے تازہ کیا جائے' جسطرح ہمارے اسلاف نے اس کو اپنے اپنے زمانہ میں تازہ کیا تھا اور یہ سب منہاج نبوت اور کتاب و سنت کی روشنی میں ہو' بہر حال ہر دور میں اور ہر جگہ جہاں مسلمان بستے ہوں' یہ کام ضروری ہے' اس لئے کہ حقیقت میں یہ خلا ہے اور ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اس کے اثرات اور نتائج بہت دور رس ہیں۔

اپنے اپنے دور میں اس ذمہ داری کو ادا کرنے والوں اور اس خدمت کے انجام دینے والوں پر تنقید کرنے والوں سے ایک عربی شاعر کی زبان میں کہنا چاہتا ہوں۔

اقلوا علیھم لا ابالا بیکم من اللوم اوسد والمکان الذی سدوا

ان اللہ کے بندوں پر ملامت بہت ہو چکی' مسئلہ یہ ہے کہ کیا ان کی جگہ لینے والا اور درد کا مداوا کرنے والا کوئی ہے؟

مکتبہ عشق

(عبدالرشید ساہی)

مکتبہ عشق کا دستور نرالا دیکھا
اس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

مکتب عشق میں ہی اسلامی تصوف کی تعلیم دی جاتی ہے اور تصوف بھی مذہب کا ایک خبر والا ینلک ہے تصوف اسلامی کو شروع ہوئے بارہ تیرہ سو برس گذر چکے ہیں اس عرصہ میں زمانے کے طور طریقوں اور رسم و رواج میں بہت سی تبدیلیاں ہوئی ہیں اور موجودہ زمانے میں تو یہ تبدیلیاں اس قدر شدت اور عجلت سے ہو رہی ہیں کہ ہماری قوم کے ان پڑھ یا معمولی پڑھے لکھے تو رہے ایک طرف۔ بڑے بڑے علماء کا ذہن بھی انکا ساتھ نہیں دے سکتا اور وہ یہ نہیں سمجھ سکتے کہ ان تبدیلیوں کا مسلمان نوجوان پر کیا اور کتنا اثر ہو رہا ہے طرح طرح کی ماڈرن ایجادوں اور انکشافات نے مسلمانوں خصوصاً" انگریزی تعلیم یافتہ نوجوانوں کے دماغ کو مسحور کر کے رکھ دیا ہے وہ قرآن کریم اور احادیث کو نئے علوم کی روشنی میں پرکھنا اور جانچنا چاہتے ہیں ان کے لئے اندھی تقلید اور ایمان بالغیب بے معنی بات ہے وہ ہربات پر کیوں؟ اور کیا کا جواب چاہتے ہیں اور پوچھتے ہیں نماز سے کیا فائدہ اگر یہ تضیع اوقات نہیں تو اور کیا ہے روزے سے کیا حاصل ہوتا ہے اگر پیٹ کو ٹھیک رکھنے کے لئے فاقہ اچھی چیز ہے تو بھی ایک ماہ برابر فاقہ کرتے رہنا کہاں کی عقلمندی ہے وہ کہتے ہیں تم جو ہر وقت خدا خدا کرتے رہتے ہو اسکا کیا نتیجہ؟ یہ خدا کیا چیز ہے اس کی شکل کیسی ہے وہ کیوں نظر نہیں آتا؟ مذہب اسلام اگر سچا ہے تو مسلمانوں پر دوسری قومیں کیوں فائق ہیں اگر تمہارا مذہب دنیوی زندگی میں کامیابی کی راہ نہیں دکھاتا۔ تو اس سے چمٹے رہنے سے کیا حاصل ہے؟ الغرض یہ اور ایسے کتنے ہی سوال ہیں جو ان انگریزی تعلیم یافتہ لوگوں کے دماغ میں ابھرتے رہتے ہیں اور جب وہ ان کا تسلی بخش جواب نہیں پاتے تو بے دین ہو جاتے ہیں اور جو لوگ راسخ العقیدہ ہونے کی بناء پر بے دین نہیں ہوتے کم از کم ان کا ایمان متزلزل ضرور ہو جاتا ہے اور وہ راہ حق کی تلاش میں ادھر ادھر ٹامک ٹوئیاں مارتے پھرتے ہیں انہی لوگوں میں سے اکثر روحانیت کے متلاشی بھی ہوتے ہیں اور تصوف کے چشمہ سے اپنی پیاس بجھانا چاہتے ہیں لیکن موجودہ زمانے کے اکثر و بیشتر صوفی اور پیر علوم حاضرہ سے ناواقف ہونے کی بناء پر ان متلاشیان حق کی تسلی نہیں کر سکتے علامہ فرماتے ہیں۔

اقبال مدرسوں نے دانش تو عام کر دی
کمیاب ہو گیا ہے جذبہ قلندرانہ

پس جس طرح ہمارے علماء اکرام کا فرض ہے کہ وہ دین و شریعت کے متعلق تمام معاملات میں ان کی تسلی کریں ہمارے صوفیاء عظام کا بھی فرض ہے کہ وہ ان بھولے بھٹکے متلاشیان حق کو اللہ تعالیٰ کا راستہ بتائیں۔ انکے اخلاق کی اصلاح کریں۔ نور معرفت الٰہی سے ان کے قلوب کو جگمگادیں اور ان کو اسلامی تصوف سے آشنا کر کے حق سے ملادیں۔ موجودہ زمانے میں جتنے بھی سلسلے ہیں ان سبھی میں "الا ماشا اللہ" پیرپرستی اور قبرپرستی کی لعنت اتنی عام ہو گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ تو کسی کو یاد ہی نہیں آتا قبروں کو سجدے کرنا اور ان سے منتیں مانگنا اس قدر عام ہو گیا ہے کہ عوام اس کو گناہ اور شرک تو کیا برا بھی نہیں سمجھتے زندہ پیروں کی عزت میں اس قدر غلو برتا جاتا ہے کہ نماز کے آداب بھی پیچھے رہ جاتے ہیں ہزاروں پیر صاحبان، اپنے مریدوں سے خود اپنے آپ کو سجدے کرواتے ہیں ان کا نام انہوں نے سجدہ تعظیمی رکھا ہے اور اس کو جائز قرار دیا ہے حالانکہ سجدہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہے پھر مریدوں سے جگا ٹیکس کے طور پر نذرانے وصول کئے جاتے ہیں وارث شاہ فرماتے ہیں۔

ٹبر پیا مرید دا مرے بھکا
پیر اپنے نفس نوں پالدا اے
یاد رکھ تو بھولیا بندیا اوئے
او پیراں کے وی حال دا اے

الغرض لوگ پیرپرستی اور قبرپرستی میں اس قدر غرق ہو گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تو کیا رسول اللہ ﷺ بھی شاذ و نادر ہی ان کو یاد آتے ہیں اور جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں ان میں سے بہت زیادہ تو ایسے ہیں جو نبی مکرم ﷺ کی ذات کو اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر نہیں تو اس کے برابر ضرور جانتے ہیں آپ کو لاتعداد ایسے مسلمان ملیں گے جو حضور اکرم ﷺ کو خدا کا اوتار مانتے ہیں یعنی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ خدا خود رسول اللہ ﷺ کی شکل میں زمین پر اتر آیا تھا۔ میں خود سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں شامل ہونے سے پیشتر اکثر دوستوں سے یہ باتیں سنا کرتا تھا کہ رب تیرہ سال نبی کے روپ میں گلیوں میں گھومتا رہا۔ استغفر اللہ استغفر اللہ یا رب میری توبہ۔ اسلام او تاریت کے عقیدے کو کفر بتاتا ہے خدا خدا ہے اور رسول صرف رسول ہیں۔ قبلہ انصاری ؒ نے بڑے سادہ مگر بلیغ الفاظ میں اس فرق کو واضح فرمادیا یعنی خالق مخلوق نہیں بن سکتا اور مخلوق خالق نہیں بن سکتی۔ ماشاء اللہ جب سے میں سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں شامل ہوا ہوں میرا عقیدہ بمطابق اسلام درست ہو گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے مجھے یہ فرق محض محسوس ہی نہیں ہوتا بلکہ نظر آتا ہے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں۔ قالو ربنا اللہ ثم استقامو وتنزالملٰئکتہ "جس نے کہا میرا رب اللہ ہے اور پھر اس پر ڈٹ گیا تو اس پر مدد کے لئے فرشتے بھیجے

جاتے ہیں"

محترم سامعین۔ اللہ کو رب ماننا اور پھر اس پر قائم رہنا ہی تو اصل ایمان ہے اور بہت مشکل عمل ہے ہوس اور لالچ کے بت انسان کو اس طرف نہیں آنے دیتے علامہ فرماتے ہیں۔

بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے نا امیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

کافری یہی ہے کہ حقیقی رب سے منہ موڑ کر دنیاوی خداؤں پر بھروسہ کیا جائے جو خود محتاج ہیں ان سے حاجات مانگی جائیں جو خود نیاز مند ہیں ان سے امیدیں وابستہ کی جائیں۔ میاں صاحب فرماتے ہیں۔

بےنگت کولوں منگن والا روے ہمیشہ خالی
اوہنے کی دنیا ایں دان محمد جیہڑا آپ سوالی

دان وہی دے سکتا ہے جو بے نیاز ہے جو اللہ الصمد ہے جو حی و قیوم ہے جو نہ سوتا ہے اور نہ ہی اس کو اونگھ آتی ہے جو تمام جہانوں کا مالک و والی ہے وہ کسی کا محتاج نہیں بلکہ باقی سب مخلوق اسی کی محتاج ہیں۔ علامہ فرماتے ہیں۔

محکوم کو پیروں کی کرامات کا سودا
ہے بندہ آزاد خود اک زندہ کرامات

اس میں کوئی شک نہیں اولیاء اللہ کی بڑی شان ہوتی ہے ان کی قدر و منزلت کرنی چاہیئے۔ ان کی محبت سے اللہ کا قرب نصیب ہوتا ہے اللہ کی معرفت اور لقاء حاصل ہوتی ہے۔ لیکن ایسے بھی تو بہت زیادہ جاہل پیر ہیں جو ساری ساری عمر مریدین کو فنافی شیخ کی منزل میں گھماتے رہتے ہیں ان کو اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی طرف جانے ہی نہیں دیتے۔ انہی نام نہاد پیروں کے متعلق فرماتے ہیں۔

کیوں خالق و مخلوق میں حائل رہیں پردے
پیران کلیساء کو کلیسا سے اٹھا دو

الغرض اس دور میں لوگوں کے عقائد ہیں تو توحید کے خلاف، رسوم ہیں تو مشرکانہ، اسی لئے حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے مکتبہ عشق کو قائم کرتے ہی اس کا نام توحیدیہ رکھ دیا تاکہ اس سلسلہ کے ہر مرید کو ہر وقت یہ بات یاد رہے کہ میں بحیثیت ایک سچے مسلمان کے خالص توحید کا ماننے والا ہوں مگر یاد رہے توحید سے ان کی مراد "وحدت الوجود" ہرگز نہیں بلکہ ہماری توحید تو وہ سیدھی سادی توحید ہے جو قرآن حکیم میں بتائی گئی ہے۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے ارکان کا فرض ہے کہ وہ ان عقائد پر ایمان و یقین کامل رکھیں اور اس یقین کو ہمیشہ پختہ سے پختہ تر بنانے کی کوشش کرتے رہیں یعنی اللہ تعالیٰ ایک ہے وہ

ذات و صفات میں ہر لحاظ سے یکتا و یگانہ اور بے مثل ہے وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ وہ ہر قسم کے نقص و خامی سے بری ہے وہ ہر چیز کا خالق ہے اور اس کے سوا کائنات میں جتنی چیزیں غائب اور ظاہر ہیں سب اس کی مخلوق ہیں وہ اپنی مخلوق پر ہر طرح کی قدرت رکھتا ہے جس کو چاہے پیدا کرے جس کو چاہے مارے، جس کو چاہے بنائے جس کو چاہے بگاڑے جس کو چاہے عزت دے جسے چاہے ذلت دے یہ قدرت مخلوق میں سے کسی کو بھی حاصل نہیں اسی کا جلوہ چار سو ہے وہ جہانوں کے ہر ہر ذرہ میں موجود ہے وہی تمام جہانوں اور کائناتوں کا بلا شرکت غیرے مالک و وارث ہے شاعر فرماتا ہے۔

روبرو اک خوبرو ہے میں نہیں
اس کا جلوہ چار سو ہے میں نہیں
لوگ کہتے ہیں کہ میں ہوں دوستو
جس کا چرچا کو بکو ہے میں نہیں
بزم رنگیں اور ساقی بے نقاب
جام ہے، مئے ہے، صبو ہے، میں نہیں
درد میں دل میں جگر میں سوز میں
ان میں جو کچھ ہے وہ تو ہے میں نہیں

مکتبہ عشق میں خدا کو پانے کے طریقے سکھائے جاتے ہیں اس مکتبہ میں وہ علم پڑھایا جاتا ہے جس سے اندر کا بھید معلوم ہو سکے اندر کے بھید کو پانے کے لئے باہر کی آنکھیں بند کرنی پڑتی ہیں اور بھید کی آہٹ پر کان لگانے پڑتے ہیں جب اندر والے کو یقین ہو جاتا ہے کہ باہر کا ضدی، نٹ کھٹ، جتی سور ما رب میں سیند لگانے والا چور ہے تو پھر اندر کی آہٹ اسے اپنے گھر بلانے کے لئے خود ہی دروازہ کھول دیتی ہے علامہ فرماتے ہیں۔

درون خانہ ہنگامے ہیں کیا کیا
چراغ راہ گذر کو کیا خبر ہے

مکتبہ عشق کے P.H.D. خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے اندر کے بھید کو پانے کے طریقے ارشاد فرما دیئے ہیں ان طریقوں میں ایک کا نام پاس انفاس یعنی سانسوں کا خیال رکھنا کہ کوئی سانس بھی اللہ کی یاد سے غافل نہ جانے پائے ہر سانس جو اندر جائے یا باہر آئے اس سے لفظ اللہ کہو اللہ کا لفظ دل سے کہو زبان سے نہیں ہر دفعہ اللہ کہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا خیال بھی کرو کہ میرے اندر باہر فضا میں اور کائنات کے ہر ذرے میں اللہ موجود ہے اگرچہ نظر نہیں آتا۔ علامہ فرماتے ہیں

قیس دم بھر کے لئے بھی ساتھ ناقے کا نہ چھوڑ
کیا خبر لیلیٰ الٹ دے پردہ محمل کہاں؟

جب دل اللہ کہے تو تمہارے کان اس کو سنیں کہ دل نے اللہ کہا ہے اس سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ خیال اِدھر اُدھر بٹنے نہیں پاتا دل کو مانجھنے کا یہ عملی طریقہ ہے ایسا کرنے سے خود بخود انسان برائیوں سے اجتناب کرتا اور مولا مرضی کے تابع ہوتا چلا جاتا ہے اور انسانی خیالات میں خوشنما رنگ پیدا ہو جاتا ہے۔ انوار صابری صاحب فرماتے ہیں۔

رنگ ایسا خمار لے آیا
میکدہ میں بہار لے آیا
یہ میری دسترس میں نہ تھی لیکن
کوئے جاناں میں پیار لے آیا
مجھ سے ہوتی نہ تھی جو طے منزل
عشق اس سے بھی پار لے آیا
وصل مانگا تھا عشق سے میں نے
وہ مجھے سوئے دار لے آیا
میں تیرے روبرو میرے ساقی
دامن تار تار لے آیا

متواتر اللہ اللہ کرتے رہنے سے دل بیدار ہو جاتا ہے مردہ روح زندہ ہو جاتی ہے اللہ دل کے نہاں خانوں میں سما جاتا ہے وہی اللہ ہمارا معبود ہمارا مقصود اللہ' ہمارا مطلوب اللہ' ہمارا خالق و مالک اللہ' ہمارا رحیم و کریم اللہ اور ہماری تنہائیوں کا راز دان اللہ اپنی ساری محبتیں اور کرم انسان کے مقدر میں لکھ دیتا ہے اور تمام کامیابیاں اور نصرتیں اپنے بندے کے ہمرکاب کر دیتا ہے ان ہوا و ہوس اور مادیت پرستی کے دور میں مرکز تعمیر ملت خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے مکتبہ عشق کے طور پر کام کر رہا ہے یہاں فلاح آدمیت کا درس دیا جا رہا ہے انسانیت کے ساتھ پیار کرنا سکھایا جاتا ہے۔ مسلکی جھگڑوں سے بے نیاز کر دیا جاتا ہے خدائی رازوں سے پردہ اٹھایا جاتا ہے تبھی تو بے پردہ یار نظر آتا ہے۔ انسان کو حقیقی معنوں میں مسلمان اور مومن بنانے کا کام ہو رہا ہے۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ فرقہ واریت سے بچ بچا کر اتحاد ملت کے لئے کاوش کر رہا ہے اس انتہائی مخدوش دور میں جب کہ مسلمان قوم چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں تقسیم ہو چکی ہے ہر سو مذہبی فرقوں کے اختلافات کی وجہ سے ہزاروں بے گناہ انسانی جانوں کا ضیاع ہو رہا ہے یہاں تک کہ خدا کی

عبادت بھی بندوقوں کے سایہ تلے ادا کی جاتی ہے اس خوف اور وحشت کے سماں میں بھی سلسلہ عالیہ توحیدیہ عالمگیر محبت اور نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار بن کر کام کر رہا ہے اور ہزاروں متلاشیان حق اس سے فیض یاب ہو رہے ہیں یہاں انسان سازی اور دلوں کی اوور ہالنگ کا کام کیا جا رہا ہے عشق خدا اور عشق مصطفیٰ ﷺ سکھایا جا رہا ہے اتباع رسول مکرم ﷺ کا درس دیا جا رہا ہے۔

مکتبہ عشق کے تعلیم یافتہ انسان دولت درد سے مزین ہوتے ہیں رحم اور محبت ان کا شعار ہوتی ہے کیونکہ جب تمام جہانوں کا مالک دل کی دنیا میں آباد ہوتا ہے تو انسان کو تمام دنیا حسین تر نظر آتی ہے۔ وسعت نظر لا محدود ہو جاتی ہے۔ بے نیاز ذات حق میں اپنے آپ کو رنگ لینے سے دل میں پیار ہی پیار اور شفقت ہی شفقت دکھائی دیتی ہے نفرتیں، کدورتیں اور بغض دور ہو جاتا ہے تب ہی تو گالیاں سن کر دعائیں دینے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور بڑے سے بڑا دشمن بھی قابل رحم نظر آتا ہے نور الٰہی سے منور ہونے والا انسان دنیا کا شفیق ترین اور انتہائی دلیر انسان ہوتا ہے وہ تو ہر آن اور ہر لمحہ اپنے رب کی رضا پر راضی ہوتا ہے وہ شکوہ کے مفہوم سے نا آشنا ہو جاتا ہے۔

مکتبہ عشق کے طالب علم برسوں کا راستہ مہینوں میں اور مہینوں کا سلوک دنوں میں طے کرتے ہیں اور ان کو وہ روحانی قوت اور دولت سرمدی حاصل ہوتی ہے جو دوسرے طریقوں سے کسی طرح بھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ علامہ فرماتے ہیں

عشق کی اک جست نے طے کر دیا قصہ تمام
اس زمین و آسماں کو بیکراں سمجھا تھا میں

اولیاء اللہ کی صحبتوں سے انسانی زندگی میں ایسا تغیر پیدا ہوتا ہے کہ عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں دیکھنے والے حیران ہو جاتے ہیں کہ یہ انسان پہلے کیسا تھا لیکن اب اچانک اس میں اتنی تبدیلی کیسے آگئی رب کعبہ کی قسم یہ اللہ والے چوروں کو قطب بنا دیا کرتے ہیں یہ سب اللہ کریم کے خصوصی فضل سے ہوتا ہے دل والوں کی خصوصی نگاہ اور توجہ سے ہوتا ہے۔

شعلہ عشق نے جلا ڈالا
کیا تھا میں اور کیا بنا ڈالا
مجھ کو اس دلنشیں نے اپنا کر
دل سے ہر بت مرے گرا ڈالا
مجھ کو ایسا شعور بخشا گیا
جس نے غم کا دیا بجھا ڈالا

ہوشمندی مرا نصیب ہوئی

بے خودی نے مجھے بھلا ڈالا

اس کا ہر ہر نشاں کیا ظاہر

میرا ہر ہر نشاں مٹا ڈالا

اس میں شک نہیں کہ قرآن مجید میں لفظ تصوف کہیں بھی موجود نہیں بلکہ نبی مکرم ﷺ کی وفات کے بعد تقریباً پونے دو سو برس تک اسلامی تاریخ یا کسی اور کتاب میں بھی یہ لفظ کہیں نہیں پایا جاتا لیکن قرآن میں کئی جگہ ایک اور لفظ آیا ہے جسکا مفہوم اور موضوع بالکل وہی ہے جو کہ تصوف کا ہے یہ لفظ "حکمت" ہے۔

ارشاد ربانی ہے۔ "کما ارسلنا فیکم رسولا منکم یتلو علیکم ایتینا ویزکیکم ویعلمکم الکتب والحکمہ ویعلمکم مالم تکونو تعلمون"

"یعنی ہم نے تم ہی میں سے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا جو تم کو ہماری آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور سکھاتا ہے تم کو کتاب اور حکمت اور وہ باتیں جو تم نہیں جانتے" اس آیت کے علاوہ سورۃ جمعہ اور سورۃ آل عمران میں بھی بالکل یہی بات ارشاد ہوئی ہے اب حکمت کا ترجمہ مترجمین نے کہیں کام کی بات کیا ہے کہیں عقل اور سمجھ کی۔ لفظ حکمت قرآن مجید میں اور بھی کئی جگہ آیا ہے سورۃ بقرہ میں ارشاد ربانی ہے۔ یوتی الحکمہ من یشا ومن یوت الحکمتہ فقد اوتی خیرا کثیر ومایذکرالا اولولا باب۔

"یعنی اللہ تعالیٰ حکمت عطا کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اور جسکو حکمت عطا کی گئی اس کو خیر کثیر عطا کی گئی اور یہ حکمت کی باتیں کوئی نہیں سمجھ سکتا لیکن وہ جو دانشمند ہیں"۔

حکمت نال حکیم اجل دے نقش نگار بنایا

ہر روح اسیر عشق دی جسم قید وچ پایا

حکمت کوئی معمولی چیز نہیں بلکہ خیر کثیر ہے حکمت کی تعلیم خاص خاص لوگوں کو دی جاتی ہے عوام کو نہیں کیونکہ اس علم کی طلب اور اسکے حصول کی استعداد صرف خواص میں ہوتی ہے عوام میں نہ اس کی طلب ہوتی ہے اور نہ ان کی عقل میں یہ باتیں آسکتی ہیں جسطرح ہر آدمی کی عقل ایک جیسی نہیں ہوتی اسی طرح ہر انسان کا ظرف ایک جیسا نہیں ہوتا دنیا میں اربوں کھربوں انسان بستے ہیں لیکن مصور کائنات نے ہر انسان کی ہر چیز دوسرے سے مختلف بنائی ہے ہر انسان کے دل کی دنیا دوسرے سے مختلف ہے سوچنے کا انداز مختلف ہے پرکھنے اور محسوس کرنے کا انداز فکر مختلف ہے ذہنی وسعت اور فکر کرنے کی صلاحیت

مختلف ہے۔ اس لئے حکمت کے شعبے میں داخل ہونا ہر کسی کے بس کی بات نہیں یہ اہل دل اور درد دل رکھنے والے انسانوں کا فیلڈ ہے علامہ فرماتے ہیں۔

نگاہ عشق دل زندہ کی تلاش میں ہے
شکار مردہ سزاوار شہباز نہیں

یہ علوم لطائف غیبی اور کوائف باطنی کے متعلق ہیں اس لئے ان کا اظہار الفاظ میں ممکن نہیں بلکہ صرف کر کے دیکھنے سے معلوم ہو سکتے ہیں جس طرح کہ کوئی بڑے سے بڑا دانشمند بھی پھول کی خوشبو کو دکھا نہیں سکتا بلکہ اس کا احساس پھول کو سونگھنے سے محسوس ہو سکتا ہے۔ حکمت بڑا حساس شعبہ ہے اس میں عوام کو داخلہ نہیں دیا جاتا بلکہ اہل ظرف لوگوں کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ میاں صاحب فرماتے ہیں۔

خاصاں دی گل عاماں اگے نیں مناسب کرنی
دودھ دی کھیر پکا محمد کتیاں اگے دھرنی

حقیقت یہ ہے کہ اسلام میں بنیادی چیز عقائد ہیں اور وہ سب کے سب غیب سے متعلق ہیں ان غیبی حقائق کی معرفت حاصل کرنے کے لئے جو طریقے نبی مکرم ﷺ نے تلقین فرمائے ہیں ان کا نام طریقت ہے اور ان پر عمل کرنے سے جو علم حاصل ہوتا ہے اس کا نام حقیقت ہے شریعت کو طریقت اور طریقت کو حقیقت میں ڈھالنے کا کام پہلے انبیاء اکرام نے کیا اس کے بعد صحابہ اکرام نے اور بعد میں اولیاء عظام نے اس کا ذمہ اٹھایا اور آج بھی وہ اس وراثت کو تقسیم کر رہے ہیں۔ کرن شہر میں حکمت کی تعلیم دینے کے لئے حضرت اویس قرنیؒ نے مدرسہ قائم کیا تو خراسان میں حضرت بایزیدؒ نے اسی طرح اجمیر شریف میں حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ نے اسی سلسلہ میں بہت کاوش کی اور متلاشیان حق کی رہنمائی فرماتے رہے۔ حضرت علی ہجویریؒ لاہور میں شریعت طریقت اور حقیقت کی تعلیم دیتے رہے اسی طرح بہت سی اہل دل اور اہل نظر ہستیوں نے مخلوق خدا کو خالق سے ملانے کا کام سرانجام دیا آج کے اس گئے گذرے دور میں یہی کام اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور خصوصی عنایت سے مرکز تعمیر ملت پر ہو رہا ہے جہاں تشنہ کام طالبان حق کی پیاس جام توحید سے بجھائی جاتی ہے۔ ماشاء اللہ علامہ فرماتے ہیں۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا
نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
اس مرد خدا سے کوئی نسبت نہیں تجھ کو
تو بندہ آفاق ہے وہ صاحب آفاق

کسی ایسے شرر سے پھونک اپنے خرمن دل کو
کہ خورشید قیامت بھی ہو تیرے خوشا چینوں میں

اللہ تعالیٰ قرآن حکیم کی سورۃ السجدہ میں فرماتے ہیں۔

"اس شخص سے بہتربات والا کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور خود نیک عمل کرے اور کہے کہ میں تابع فرمان ہوں بھلائی اور برائی برابر نہیں ہو سکتی" سختی کا جواب نرمی سے دیجئے تو جس سے عداوت تھی وہ ایسا ہو جائے گا گویا گرم جوش دوست ہے یہ بات انہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو برداشت کرنے والے ہیں اور یہ نعمت انہی کو ملتی ہے جو بڑے ہی صاحب نصیب ہوتے ہیں۔

محترم سامعین اکرام! لوگوں کی اصلاح کر کے انہیں اللہ کی راہ میں لگا دینا تاکہ ان کی دنیا اور آخرت دونوں سدھر جائیں عظیم ترین کام ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو بے پناہ روحانی طاقتیں اور صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں آپ ﷺ نے اپنی قوم کی اصلاح و فلاح کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتیں صرف کر دیں اور ہزار ہا نعمتوں کے باوجود آواز حق بلند کرتے رہے اور آخر کار قوم نے خدا کے وجود اور اسکے عطا کردہ آئین کی صداقت کو مان لیا اور اس پر عمل کرنا شروع کر دیا تو ان کی کایا پلٹ گئی چند ہی برسوں میں ظلم کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا اور پوری قوم میں امن و امان اور خوشحالی کا دور دورہ ہو گیا اور اللہ کی تائید و نصرت کے طفیل ہر شعبہ زندگی میں فتح و کامیابی نے ان کے قدم چومے لیکن افسوس کا مقام ہے کہ بہترین نظام زندگی مہیا ہونے کے باوجود ہم ذلیل و خوار ہو رہے ہیں کیونکہ ہم نے آئین اسلام پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے۔ نبی مکرم ﷺ کے فرمان کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ جس کی وجہ سے ہم دنیا میں خوار ہو رہے ہیں اور ہماری عاقبت بھی برباد ہو رہی ہے قرآن کریم جہاں مادہ کی تسخیر کی ترغیب دیتا ہے وہاں روح کی تسکین اور اطمینان قلب کے لئے اللہ کے حضور رکوع و سجود اور کثرت ذکر کی راہ بھی دکھاتا ہے اور انسان کو اپنے من کی دنیا میں غوطہ زن ہو کر زندگی کی حقیقت معلوم کرنے کی طرف بھی متوجہ کرتا ہے۔ نفس اور آفاق کے دونوں عالموں میں توازن رکھنے ہی میں حیات کی تکمیل ہے علامہ فرماتے ہیں۔

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۃ طٰہٰ میں ارشاد فرمایا ہے۔ "جس نے میرے ذکر سے روگردانی کی اس کے لئے تنگی کا جینا ہے اور قیامت کے دن ہم اسے اندھا اٹھائیں گے"۔

روح کی روشنی اور دل کی زندگی کے لئے ذکر کی اہمیت حضور نبی اکرم ﷺ کی حدیث شریف سے واضح ہو جائے گی "ابی موسیٰ" سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو اللہ کا ذکر کرتا ہے

اس کی مثال زندہ کی ہے اور دوسرا مردہ"۔

دلوں کی زندگی اللہ والوں کی صحبت سے ملتی ہے اور پھر اللہ کی محبت کو بڑھانے کے لئے ان نمازوں اور کثرت ذکر کی غذا دینا پڑتی ہے دلوں کو زندہ و بیدار کئے بغیر انسان سازی اور آدم گری کا کام نہیں ہو سکتا۔ علامہ فرماتے ہیں۔

دل بیدار پیدا کر کہ دل خوابیدہ ہے جب تک
نہ تیری ضرب ہے کاری نہ میری ضرب ہے کاری

بزم خیال میں تیرے حسن کی شمع جل گئی
درد کا چاند بجھ گیا ہجر کی رات ڈھل گئی
جب تجھے یاد کر لیا صبح مہک مہک اٹھی
جب ترا غم جگا لیا تو رات مچل مچل گئی

دل کو عرش الٰہی سے خاص نسبت ہے اسے پیدا ہی اللہ کے پیار اور دیدار کے لئے کیا گیا ہے۔ جب اسے اپنی تخلیق کا مقصود حاصل ہو جائے گا تو اسے قرار آ جائیگا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمادیا ہے۔ الا بذکراللہ تطمئن القلوب خبردار اللہ کے ذکر ہی سے دل اطمینان پاتے ہیں۔

محفل دل میں یار کا چرچا صبح ہوتا ہے شام ہوتا ہے
درد مندوں کا حال مت پوچھو ان کو غم سے ہی کام ہوتا ہے
مرنا پڑتا ہے موت سے پہلے جب کہیں جا کے نام ہوتا ہے

محترم سامعین کرام۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام کے وقت بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاری کے پیش نظر یہی مقصد کار فرما تھا کہ صوفیوں کی ایک ایسی جماعت تیار کی جائے جو روحانیت کی حامل ہو جس کے ارکان کی اللہ تعالیٰ سے قوی نسبت قائم ہو جائے اور ان کی روحوں کے چراغ اس طرح روشن ہو جائیں کہ ان سے دوسرے چراغ روشن کئے جاسکیں تاکہ ان سے قوم کی اصلاح کا عظیم کام لیا جاسکے۔ روحانی طاقت کے حصول کے لئے ذکر نفی اثبات اور پاس انفاس کو سلسلہ کی تعلیم کے اہم ترین عناصر کی حیثیت دی گئی ہے۔

دیوے دلاں والے دلاں نال بلدے

پیارے بھائیو۔ انسانیت کی فلاح و اصلاح کا کام پیغمبرانہ فعل ہے اس کو عام خیال نہ کریں۔ پوری دلجوئی، لگن، خلوص اور محبت کے جذبہ سے سرشار ہو کر اپنے آپ کو انسانیت کی اصلاح کے لئے پیش کر دیں حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

"اگر ایک آدمی کو بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے ہدایت دے دی تو یہ ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے اور غروب ہوتا ہے"

اس سے بہتر دنیا میں کوئی عبادت اور نیک کام نہیں کہ ہم بھولے بھٹکے ہوؤں کو اللہ کا سیدھا اور سچا راستہ دکھائیں اور ان کو نہ صرف مسلمان بلکہ مومن اور ولی اللہ بنا دیں اللہ ہمیں توفیق عطا فرمائیں۔

اے محبتوں اور عظمتوں والے اللہ۔ ہم سب کو سلسلہ کی تعلیم پر مکمل طور پر عمل کرنے کی توفیق اور روحانی قوت سے مالا مال فرما اپنی پیاری مخلوق کی اصلاح اور خدمت کی توفیق عطا فرما ہمیں اپنی تائید و نصرت سے بہرہ ور فرما۔

آیا ہوں تیرے میکدہ جودو سخا میں
یارب مئے عرفاں سے مرے جام کو بھر دے
آنکھ کو بیدار کر دے وعدہ دیدار سے
زندہ کر دے دل کو سوز جوہر گفتار سے
یا رب دل مسلم کو وہ زندہ تمنا دے
جو قلب کو گرما دے جو روح کو تڑپا دے
بے لوث محبت ہو بے باک صداقت ہو
سینوں میں اجالا کر دل صورت مینا دے
میں بلبل نالاں ہوں اس اجڑے گلستاں کا
تاثیر کا سائل ہوں محتاج کو داتا دے
میرا عشق ہے میری زندگی میرا عشق ہے میری بندگی
مجھے عاشقوں میں شمار کر مجھے عاشقی کا صلہ نہ دے
نہ طلب ہے فصل بہار کی نہ نشیمن و گل و خار کی
نہ ہے خوف برق تپاں مجھے کہ وہ آشیاں کو جلا نہ دے
نہ ہے ابتدا مرے عشق کی نہ ہے انتہا میرے عشق کی
میرا عشق ہی ہے مرا خدا مجھے اور کوئی خدا نہ دے

محترمہ عائشہ برجٹ ہنی (انگلستان)

(ڈاکٹر عبدالغنی فاروق)

سوال! آپ نے کب اسلام قبول کیا۔ اس وقت آپ کی عمر کیا تھی؟

جواب! آج سے ساڑھے تین برس پہلے اللہ تعالیٰ نے اسلام کی شمع میرے دل میں روشن کی۔ اس وقت میری عمر اکیس سال کی تھی۔

سوال! براہ کرم تفصیل سے بتائیے کہ آپ نے اسلام کیوں اور کیسے قبول کیا؟

جواب! میں نے جس گھرانے میں آنکھیں کھولیں اور پرورش پائی وہ عام انگریز گھرانوں سے مختلف نہ تھا۔ میری والدہ عیسائی مذہب کی پیروکار تھیں مگر میں نے انہیں کبھی عبادت کرتے نہیں دیکھا نہ عیسوی اصولوں کی کبھی انہوں نے پابندی کی۔ والد صاحب کی حالت اس سے بھی گئی گزری تھی۔ وہ سرے سے کسی مذہب پر اعتقاد ہی نہ رکھتے تھے' چنانچہ ہمارے گھر کی حالت مکمل طور پر بے دینی کی تھی' مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میں نے وہاں کسی کی زبان سے کبھی خدا کا نام سنا ہو۔

بچپن میں مجھے ایک مذہبی سکول میں داخل کرایا گیا۔ وہاں وہی نصاب پڑھایا جاتا تھا جو عام چرچ سکولوں میں رائج تھا۔ مگر یہ عجیب بات ہے کہ جلد ہی عیسائیت کے بہت سے عقائد ذہن میں کھٹکنے لگے خصوصاً" تثلیث کے تصور سے تو وحشت سی ہونے لگی اور کفارہ کا تصور بے حد مضحکہ خیز نظر آنے لگا کہ حضرت یسوع (یعنی ابن خدا) تمام انسانوں کے گناہوں کے بدلے صلیب پر چڑھ گئے اور اب بنی نوع انسان اپنے تمام افعال میں مکمل آزاد ہے۔ میں نے ان عقائد کے بارے میں بہت سی دلیلیں سنیں۔ مباحثے بھی سنے' مگر صاف احساس ہوتا تھا کہ تصویر کا ایک رخ پیش کیا جا رہا ہے۔ میں ساری تصویر دیکھنا چاہتی تھی۔ اسکول کی تعلیم سے فارغ ہو کر میں نے فلسفہ پڑھنا شروع کیا۔ دراصل حق کو معلوم کرنے کی پیاس بڑی شدید تھی۔ چنانچہ جب میں نے پندرہ برس کی عمر میں مشہور چینی فلاسفر ٹاؤ کی کتاب Taoteh Ching پڑھی تو بہت متاثر ہوئی۔ پھر جب میں نے بدھ مت کے بارے میں کچھ تعارفی باتیں معلوم کیں تو ان دونوں عقیدوں کے بارے میں مفصل معلومات حاصل کرنے کی خواہش بڑھ گئی' ایک ارادہ یہ کیا کہ چینی زبان بھی سیکھوں اور چین جا کر ان مذاہب کا قریب سے مطالعہ کروں۔ لیکن ظاہر ہے پندرہ برس کی ایک لڑکی' جس کے پاس پیسے تھے نہ وسائل' یہ خواہش خیال خام سے زیادہ کوئی حیثیت نہ رکھتی تھی۔ تاہم سترہ برس کی عمر میں ملازمت کے سلسلے میں کینیڈا چلی گئی اور دو سال میں اچھی خاصی رقم جمع کر لی۔ ارادہ یہ تھا کہ سیکنڈری سکول کی ڈگری حاصل کر کے یونیورسٹی میں داخلہ لے لوں اور چینی زبان سیکھ لوں۔

کینیڈا میں میرا تعارف ہندو مت سے ہوا اور میں نے ان کی تقریباً ساری مذہبی کتابوں کا مطالعہ کیا۔
یوں میں نے اندازہ کیا کہ تاؤازم' بدھ مت اور ہندو مت میں حسن بھی ہے' عمق بھی اور سرفرازی کا
اندازہ بھی، مگر ان میں سے کسی نے بھی میرے ذہن یا وجدان کو مطمئن نہ کیا۔ اس وسیع دنیا میں جہاں
لوگ ایک دوسرے کے بہت قریب آ گئے ہیں' یہ تینوں مذاہب روزمرہ کی زندگی میں کوئی توازن یا استحکام
پیدا کرنے میں مکمل طور پر ناکام ہیں' وہ کسی نہ کسی پہلو کو کلی طور پر نظرانداز کر دیتے ہیں۔ مثال کے طور
پر تاؤ فلاسفی کا بانی صوفی بن گیا اور ہر قسم کی لذتیں ترک کر کے دنیا کے دور دراز کونوں میں مارا مارا پھرتا
رہا۔ بدھ نے حق کی تلاش میں بیوی بچوں سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔

ہندو لٹریچر کی بنیاد گو اخلاقیات پر استوار ہے' مگر اس مذہب میں اجتماعی زندگی گزارنے کے سارے
نظریات بے بنیاد اور فریب نظر کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتے۔ اس تجزیئے نے مجھے سخت مایوس کیا اور میں
ان میں سے کسی پر ایمان نہ لا سکی۔ میں اکثر سوچتی' حق محض اتفاق ہے؟ کیا یہ سارا کارخانہ محض حادثاتی
ہے؟ ذہنی تناؤ اور پریشانی بڑھتی رہی۔ حتی کہ رات رات بھر سو نہ سکی اور روحانی پیاس مجھے انگاروں پر
لوٹاتی رہتی۔

انہی حالات میں میں نے سیکنڈری سکول کا امتحان پاس کرنے کے بعد لندن یونیورسٹی میں داخلہ لے
لیا اور چینی زبان بھی سیکھنے لگی مگر یہ سب کچھ تضیع اوقات نظر آتا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ میں خود بھی
نہیں جانتی تھی کہ خدا میری تلاش میں حق کی کوششوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھ رہا ہے اور یونیورسٹی میں
داخلہ ہی میری زندگی کے روشن انقلاب کا سبب بن جائے گا۔

یونیورسٹی میں میرا تعارف کچھ مسلمان طالب علموں سے ہوا۔ اس سے قبل میں نے اسلام کے
بارے میں کچھ سنا تھا نہ پڑھا تھا اور سچی بات تو یہ ہے کہ تمام یورپین لوگوں کی طرح میں اس کے بارے میں
تعصب اور غلط فہمیوں کا شکار چلی آ رہی تھی' مگر یونیورسٹی میں مسلمان طلبہ نے تحمل اور پوری ہمدردی
کے ساتھ اپنے بنیادی عقائد کی وضاحت کی۔ میں نے جو اعتراض بھی کیا اس کا جواب انہوں نے بڑے
حوصلے اور شائستگی کے ساتھ دیا اور پڑھنے کو کتابیں بھی دیں۔ ابتداء میں میں نے ان کتابوں کی ورق
گردانی کی اور چھوڑ دیا۔ میرا خیال یہ تھا کہ ان میں مضحکہ خیز کہانیوں اور ذہنی عیاشیوں کے سوا اور کیا ہو
سکتا ہے؟ مگر جب میں نے واقعی سنجیدگی کے ساتھ ان کے کچھ حصوں کو پڑھا تو پتہ چلا کہ یہ کتابیں دوسرے
مذاہب کی کتابوں سے بالکل مختلف ہیں۔ اسلام کے بارے میں میری غلط فہمیاں آہستہ آہستہ تحلیل ہونے
لگیں۔

اب میں نے ان کتابوں کا مطالعہ بڑی احتیاط اور توجہ سے شروع کیا۔ ان کے اسلوب بیان اور طرز
وضاحت کی ندرت و تازگی اور تشریح کے انداز نے مجھے حیران کر دیا۔ خالق کائنات' مخلوقات اور حیات
بعد الموت کے عقائد کو جن منطقی اور سائنسی دلیلوں کے ساتھ پیش کیا گیا تھا' اس نے مجھے بے حد متاثر

کیا۔ اس کے بعد ان مسلمان طلبہ نے مجھے قرآن کا ایک انگریزی ترجمہ پیش کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ خواہ میں کتنی کوشش کروں اس تاثر کے تناسب کو بیان نہیں کر سکتی، جو قرآن نے میرے دل میں نقش کیا تھا۔ چنانچہ بحمد اللہ تعالیٰ میں اس وقت سے مسلمان چلی آ رہی ہوں۔ اسلام سے تعارف ہوئے بمشکل تین مہینے ہوئے تھے کہ میں اسکی پناہ میں آ گئی، ابھی میں اس کے بنیادی عقائد سے ہٹ کر اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتی تھی۔ اس کے مختلف شعبوں کی تفصیلات جاننے کا مرحلہ بعد میں آیا اور میں نے ایک ایک معاملے میں اپنے مسلمان بھائیوں سے رہنمائی حاصل کی، جس میں مجھے کسی مایوسی یا شک کا سامنا نہ کرنا پڑا۔

مجھ سے اکثر سوال کیا جاتا ہے کہ میرے اسلام قبول کرنے کی بڑی وجوہات کیا تھیں۔ اس سوال کا جواب اتنا آسان نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام کی مثال جیومیٹری کے ایک ایسے نقشے کی ہے، جس کا ہر جزو دوسرے جزو کی تکمیل کرتا ہے اور نقشے کا اصلی حسن تمام اجزاء کے تناسب اور ربط و تعلق سے ہوتا ہے۔ اسلام کی یہی وہ خصوصیت ہے جو انسانوں پر سب سے زیادہ اثر انداز ہوتی ہے۔ ذرا فاصلے سے دیکھیں تو انسانی ارادوں، مقاصد، اعمال اور عام اشیاء کی عمومیت میں گہری بصیرت کا ثبوت دیتا ہوا نظر آتا ہے۔ اس کے سیاسی اور حکومتی نظام کا مطالعہ کریں تو عقل دنگ رہ جاتی ہے اور اگر سماجی و انفرادی نقطہ نظر سے دیکھیں تو یہ پچی اخلاقیات کی مشعل لئے ایک ایک پہلو میں زندگی کی صاف اور سیدھی شاہراہ کی طرف رہنمائی کرتا ہوا دکھائی دے گا اور ان معاملات میں دنیا کا کوئی اور مذہب یا نظام اس سے لگا نہیں کھاتا۔ مسلمان جب بھی کوئی کام کرتا ہے اللہ کا نام لیتا ہے، جب اللہ کا نام لیتا ہے تو اس حوالے سے اپنا احتساب بھی کرتا ہے اور یوں وہ بہت اونچے معیار کو پالیتا ہے۔ اسطرح روز مرہ زندگی اور مذہبی تقاضوں میں کوئی بھی باقی نہیں رہتا، بلکہ دونوں میں ایک متناسب سا تعلق قائم ہو جاتا ہے جو متوازن بھی ہوتا ہے اور دونوں کے لئے بے حد ضروری بھی۔

سوال! آپ کے قبول اسلام پر آپ کے خاندان اور اعزا کا ردعمل کیا تھا؟

جواب! جہاں تک والدین کا تعلق ہے، انہوں نے میرے قبول اسلام پر کوئی توجہ نہیں دی۔ انہوں نے سوچا کہ چینی زبان سیکھنے کی طرح یہ بھی میرا شوق فضول ہے جو وقت کے ساتھ اپنا ابال کھو دے گا، مگر جب انہوں نے دیکھا کہ میرے عقائد نے آگے بڑھ کر میری زندگی کو تبدیل کرنا شروع کر دیا ہے اور میری عادتیں اور طرز معاشرت میں انقلاب آ گیا ہے تو وہ بہت گھبرائے اور پچھتائے بھی۔ میں نے شراب اور سور کا گوشت چھوڑا تو وہ خاصے برہم ہوئے۔ انہیں بالکل پسند نہیں تھا کہ میں ایک چادر میں ملفوف رہوں اور سر پر ہر وقت دوپٹہ لئے رہوں۔ دراصل انہیں فکر لوگوں کی چہ میگوئیوں کی تھی ورنہ میرے عقیدے یا ایمان سے ان کا کوئی واسطہ نہ تھا۔ اس کے برعکس میرے واقف کار انگریزوں کا رویا خاصا مختلف تھا، وہ مدلل گفتگو اور بحث و مباحثے سے نہیں بدکتے تھے اور عقلی طور پر انہیں کوئی بات بھی سمجھائی

وہ اسے قبول کرنے پر تیار تھے۔ چنانچہ جب میں اسلامی عقائد اور اسکے سماجی نظریات پر گفتگو کرتی تو
وہ اسلام کی حکمتوں کو تسلیم کرتے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ تعداد ازدواج کے بارے میں اسلامی نظریے
پر بات ہوئی اور میں نے اسکا مقابلہ موجودہ مغربی تہذیب کے انہیں پہلوؤں سے کیا تو میرے احباب نے
تسلیم کیا کہ عائلی زندگی کے مسائل کا بہترین حل یہی ہے، جو اسلام نے پیش کیا ہے۔

سوال! کیا آپ نے اسلام قبول کرنے کے بعد کوئی مشکل یا الجھن محسوس کی؟

جواب! بات یہ ہے کہ انگلستان کے وہ لوگ جو سوچ سمجھ سے عاری ہیں، اسلام کے بارے میں
متعصبانہ رویہ اختیار کرتے ہیں اور مسلمانوں کا عموماً مذاق اڑاتے ہیں۔ یہ حرکت وہ منہ پر نہ کرتے
ہوں مگر پیٹھ پیچھے اہل اسلام کا مضحکہ اڑانا ان کا دل پسند مشغلہ ہے۔ اس کے برعکس وہ ان لوگوں کو کچھ
نہیں کہتے جو لامذہب اور بے دین ہیں، بلکہ ان کی "آزاد روی" کی وہ جی بھر کے تعریف کرتے ہیں۔
میرے ہم وطنوں کی اس عمومی روش کے باوجود کم از کم میرے ساتھ یہ معاملہ پیش نہیں آیا۔ اس کی وجہ
یہ تھی کہ میں یونیورسٹی میں اورینٹل اینڈ افریقن سٹڈیز کی طالبہ تھی اور جن لوگوں سے نیا نیا تعارف ہوتا
تھا وہ عموماً مذہب اور عقائد سے آگاہ ہوتے تھے۔ تاہم میں بخوبی جانتی ہوں کہ دوسرے مسلمانوں کو کس
قسم کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔

سوال! آپ کا کیا خیال ہے، آیا اسلام کسی طریقے سے موجودہ تہذیب پر اثر انداز ہو سکتا ہے؟ اگر
آپ کا جواب اثبات میں ہے تو کیسے؟

جواب! آج کا یورپ تاریکیوں میں بھٹک رہا ہے۔ یہاں روشنی کی کوئی ننھی سی کرن بھی نہیں جو
روح اور ذات کی ان تاریکیوں میں رہنمائی کر سکے، ہر وہ شخص جو یورپ کی صحیح صورت حال کو تھوڑا سا
بھی سمجھتا ہے وہ جانتا ہے کہ ترقی کی جھوٹی چمک دمک اور مادیت کی مصنوعی شان و شوکت کے پیچھے
در اصل ہمہ گیر قسم کے رنج و آلام اور شدید پریشانی پھنکار رہی ہے۔ لوگ ان مشکلات سے نجات کا کوئی
راستہ چاہتے ہیں مگر انہیں کوئی ایسا ذریعہ نہیں ملتا۔ اس سلسلے میں ان کی ساری جستجو بیکار جا رہی ہے، اب
ان کے سامنے ایک ہی راستہ رہ گیا ہے اور وہ سیدھا تباہی و بربادی کے جہنم کی طرف جاتا ہے۔ اسلام جسم
کے تقاضوں اور روح کی ضرورتوں کے درمیان جو حسین تناسب پیدا کرتا ہے، یورپ میں آج اس کے لئے
زبردست کشش پائی جاتی ہے، اسلام مغربی تہذیب کی سچی کامیابی اور صحیح نجات کی طرف رہنمائی کر سکتا
ہے۔ یہ مغرب کے انسان کو زندگی کے حقیقی مقصد کا شعور دے سکتا ہے اور اسے صرف اللہ کی رضا کے
لئے تگ و دو کرنے کی ترغیب دے سکتا ہے جو اس کی دنیوی کامیابی کے ساتھ ساتھ اخروی نجات کا ذریعہ
بنے گی۔ اللہ ہمیں دنیا و آخرت کی کامیابی عطا فرمائے۔

سوال! آپ کے خیال میں اشاعت و تبلیغ اسلام کے لئے کون سا طریقہ موزوں ہے؟

جواب! اغیار میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت سے پہلے ہمیں اپنی زندگی اور اعمال کا محاسبہ کرنا چاہئے ان

معیارات کو حاصل کرنا بے حد ضروری ہے جو اسلام نے متعین کئے ہیں۔ دراصل یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ اسلام کے مبلغ بننے کے بعد ہمیں کسی فکر کی ضرورت نہیں حالانکہ یہ ذمہ داری بہت ہی نازک اور اہم ہے۔ اسلام کے بارے میں مکمل معلومات رکھنے کے بعد ہی ہم اچھے مبلغ بن سکیں گے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس سلسلے میں مختلف کتابوں کی بھی خاصی اہمیت ہے اور ایک غیر مسلم زبانی بات چیت کے مقابلے میں کتاب پر زیادہ توجہ دے سکتا ہے، لیکن بدقسمتی سے انگریزی میں اسلام پر اچھی کتابیں بہت کم ہیں۔ تاہم میں پھر کہوں گی کہ ایک جیتی جاگتی زندہ مثال ہی اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے مفید رہے گی اگر ہم اپنی زندگیوں کو لازماً اسی سانچے میں ڈھالیں جس کا تقاضا قرآن کرتا ہے تو اسلام کو پھیلنے سے کوئی قوت نہیں روک سکے گی۔

سوال! برطانوی مسلمانوں کی سماجی زندگی میں کس مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے؟

جواب! جہاں پورے کا پورا خاندان اسلام کی آغوش میں آجاتا ہے، وہاں کوئی مشکل پیش نہیں آتی، وہ لوگ اسلامی اقدار کو اختیار کر لیتے ہیں اور امن و راحت کی زندگی گزارتے ہیں۔ لیکن جب کوئی غیر شادی شدہ لڑکا یا لڑکی یا شادی شدہ مرد یا عورت اکیلے اسلام قبول کرتا ہے تو مشکلات کا ہجوم اسکے استقبال کیلئے موجود ہوتا ہے، انہیں ہر وقت یہ احساس تنگ کرتا ہے کہ یہ معاشرہ اور یہ ماحول ان کا اپنا نہیں ہے، انہیں نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے میں سخت رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے خدا کا شکر ہے مسلم گھرانے اس سلسلے میں اپنی ذمہ داریوں کو نبھا رہے ہیں۔

برطانیہ میں ہمیں ایسے مدرس درکار ہیں جو اسلامی تہذیب کا نمونہ بھی ہوں اور نو مسلموں کو قرآن اور اسلام کی تعلیم بھی دے سکیں۔ بہت سے نو مسلم قرآن سمجھنا چاہتے ہیں، مگر وہ ایسی سہولت نہیں پاتے۔ مجھے یہ کہتے ہوئے افسوس ہو رہا ہے کہ لندن کا ایک اسلامک کلچرل سنٹر اس سلسلے میں کچھ بھی نہیں کر رہا۔ مسلمان طلبہ یہ فرض بخوبی نبھا سکتے ہیں، مگر ایک تو انہیں اپنی نصابی سرگرمیوں سے فرصت نہیں ملتی۔ دوسرے وہ کماحقہ اپنے فرض کی عظمت کا احساس نہیں رکھتے۔ دراصل وہ یورپ کی جھوٹی اور مصنوئی چمک دمک سے مرعوب ہیں۔ ان کی آنکھیں ان بناوٹی روشنیوں سے چندھیا گئی ہیں اور وہ نہیں جانتے کہ یہ سب کچھ مداری کا کھیل ہے۔

آخر میں، میں اسلامی ملکوں کے مضبوط خاندانی نظام اور صاف ستھری سماجی زندگی کو خراج تحسین ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اگر ہم اس کا مقابلہ یورپ کی معاشرتی اور خاندانی قباحتوں سے کریں تو پتہ چلتا ہے کہ مسلمان عظمت کی کن بلندیوں پر فائز ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اگر فی الواقع اسلام کا سماجی نظام برسرِ عمل آجائے تو رحمت و برکت کا کیا عالم ہوگا۔

اخلاص اور اس کی فضیلت و حقیقت

(ابو حامد محمد الغزالیؒ)

فضیلت اخلاص کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

وما امروا الا لیعبدوالله مخلصین له الدین الا لله الدین الخالص

انہیں حکم دیا گیا ہے کہ خالص اللہ ہی کی عبادت کریں خبردار دین خالص اللہ ہی کے لئے ہے

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اخلاص میرے بھیدوں میں سے ایک بھید ہے جس بندے کو میں دوست رکھتا ہوں اس کو اس بھید سے نوازتا ہوں نیز آپ کا ارشاد ہے:۔ کہ اے معاذ اخلاص کے ساتھ عمل کر تا کہ تھوڑا عمل ہی تجھے کفایت کرے اور جو کچھ ریا کی مذمت میں ہم بیان کر چکے ہیں وہ سب اخلاص کی تعریف ہے کیوں کہ مخلوق کو دکھلانا بھی منجملہ ان اسباب کے ہے جن کے باعث اخلاص زائل ہوتا ہے۔ حضرت معروف کرخی رحمتہ اللہ تعالیٰ اپنے آپ کو کوڑے مارتے اور فرماتے یا نفسی یا اخلصی تخلصی کہ اخلاص سے رہ تاکہ تجھے خلاصی نصیب ہو۔ حضرت ابو سلیمان رحمتہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ شخص نیک بخت ہے جس نے ساری عمر میں ایک قدم ایسا اٹھایا جو خالص اللہ کے لئے ہو۔ حضرت ابو ایوب سختیانی رحمتہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نیت میں اخلاص اصل نیت سے زیادہ دشوار ہے۔ کسی صاحب نے ایک بزرگ کو خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا فرمایا کہ جو کچھ میں نے اللہ کے لئے کیا تھا اسے نیکیوں کے پلڑے میں دیکھا حتی کہ ایک انار کا دانہ جو راہ میں گرا پڑا تھا اور میں نے اٹھا لیا تھا۔ اور ایک بلی جو میرے گھر میں مری تھی اور ریشم کا ایک تار جو میری ٹوپی میں تھا سے برائیوں کے پلڑے میں دیکھا' سو دینار میں ایک گدھا لیا وہ نیکیوں کے پلڑے میں تھا۔ میں نے کہا سبحان اللہ بلی تو نیکیوں کے پلڑے میں اور گدھا برائیوں کے پلڑے میں ہیں۔ جواب ملا کہ جہاں بھیجا وہاں گیا کیونکہ جب تو نے سنا تھا۔ کہ گدھا مر گیا تو کہا تھا الی لعنت اللہ اگر فی سبیل اللہ کہتا تو گدھے کو نیکیوں کے پلڑے میں پاتا۔ اور ایک بار میں نے اللہ کے لئے صدقہ دیا لوگ دیکھ رہے تھے ان کا دیکھنا مجھے پسند آیا اس صدقہ سے نہ مجھے نفع ہوا نہ نقصان' حضرت سفیان ثوری قدس سرہ نے یہ سن کر کہا کہ اس نے بڑی بات پائی کہ۔ صدقہ اس کے لئے باعث ضرر نہ ہوا۔ ایک شخص کا کہنا ہے۔ کہ میں کشتی میں سوار جہاد کے لئے جا رہا تھا ہمارا ایک ساتھی توبرہ بیچنے لگا میرے جی میں آیا کہ میں یہ مول لے لوں اور اسے کام میں لاؤں فلاں شہر میں بیچ دوں گا نفع ہو گا اس خواب میں دیکھا کہ دو شخص آسمان پر سے اترے ایک نے

کہا کہ غازیوں کے نام لکھو اور یہ بھی لکھو کہ فلاں تماشے کی غرض سے آیا اور فلاں تجارت کے لئے اور فلاں ریا کاری کی خاطر۔ پھر میری طرف۔ دیکھ کر کہا کہ اس کا بھی لکھ لو کہ یہ تجارت کے لئے آیا ہے میں نے کہا اللہ سے ڈرو میرا حال تو دیکھو میرے پاس کچھ نہیں میں کب تجارت کے لئے آیا ہوں میں تو اللہ کے لئے آیا ہوں۔ اس نے کہا میاں فلاں تو بڑہ سے تمہاری کیا غرض تھی میں رونے لگا اور کہا کہ واللہ میں تجارت کے لئے نہیں آیا دوسرے نے کہا کہ یوں لکھ لو کہ فلاں آیا تو جہاد کی غرض سے تھا راستے میں نفع کی غرض سے تو بڑہ مول لے لیا۔ پھر اللہ کو جیسے منظور ہو گا اس کے ساتھ برتاؤ کریں گے' اسی لئے اسلاف نے کہا ہے کہ لمحہ بھر کے اخلاص میں بندے کی نجات کا سامان ہے لیکن اخلاص ہے نادر الوجود اور اسلاف کا کہنا ہے کہ علم بیج کی مانند ہے تو عمل کھیتی اور اخلاص پانی کی مانند ہے۔ بنی اسرائیل کے ایک عابد کا قصہ ہے اس سے کہا گیا کہ فلاں جگہ ایک درخت ہے اس کی لوگ پوجا کرتے ہیں اور اسے خدا مانتے ہیں عابد غصہ میں تیشہ ہاتھ میں لے کر چل کھڑا ہوا کہ اس درخت کو کاٹ دے راستے میں ایک بوڑھے کی شکل میں ابلیس ملا اس نے عابد سے مقصد سفر پوچھا تو اس نے کہا کہ میرا یہ مقصد ہے ابلیس نے کہا میاں جا کر اللہ کی عبادت کرو وہ اس کام سے بہتر ہے جس کے لئے تم جا رہے ہو۔ عابد نے کہا میں ہرگز نہیں پلٹوں گا یہی میری عبادت ہے ابلیس نے کہا کہ میں نہیں جانے دوں گا اور وہ عابد سے لڑنے لگا۔ عابد نے ابلیس کو دے مارا اور اس کی چھاتی پر چڑھ بیٹھا۔ تب شیطان نے کہا کہ مجھے چھوڑ دے میں ایک بات کہتا ہوں عابد نے اسے چھوڑ دیا تو شیطان نے کہا کہ دیکھو اللہ کے ہزاروں نبی ہیں اللہ تعالیٰ کو یہ درخت کٹوانا منظور ہوتا تو ان میں سے کسی کو حکم دیتا اور تجھے بھی کونسا اس نے حکم دیا ہے کہ تو یہ کام کرے۔ عابد نے کہا مجھے تو ایسا ہی کرنا ہے پھر ابلیس مصر ہوا کہ میں نہیں کرنے دوں گا پھر عابد نے پکڑا اور دے مارا پھر شیطان نے کہا کہ مجھے چھوڑ دے میں تجھے ایک بات کہتا ہوں اگر وہ بھی تجھے پسند نہ آئے تو تیری مرضی؟ عابد نے چھوڑ دیا تو اس نے کہا کہ تو درویش آدمی ہے لوگ تیری خدمت کرتے ہیں اگر تیرے پاس کچھ ہو اور تو دوسرے عابدوں کو دے دے تو یہ تیرے حق میں اس کام سے بہتر ہے اس لئے کہ تو اس درخت کو کاٹ دے گا تو اس کی پوجا کرنے والوں کا کچھ نقصان نہیں ہو گا وہ دوسرا درخت لگا لیں گے تو اس خیال کو ترک کر دے میں ہر روز صبح کے وقت تیرے تکیہ کے نیچے دو دینار رکھ دیا کروں گا عابد نے سوچ کر کہا کہ یہ ٹھیک تو کہتا ہے ایک دینار میں صدقہ کر دیا کروں گا اور ایک اپنے کام میں لاؤں گا اس درخت کو کاٹنے سے یہ بہتر ہے اللہ نے نہ تو مجھے اس کا حکم دیا ہے نہ میں نبی ہوں کہ یہ درخت کاٹنا میرے لئے ضروری ہو الغرض عابد اپنے گھر میں واپس چلا آیا۔ ایک دن دو دینار اسے مل گئے دوسرے دن بھی ایسا ہی ہوا۔ دل میں سوچنے لگا کہ یہ تو بہت اچھا ہوا۔ کہ میں نے درخت نہیں کاٹا لیکن تیسرے دن معاملہ صاف تھا پھر غصہ میں تیشہ لے کر

بلیس سے پھر ملاقات ہوئی اس نے کہاں کہاں کا قصد ہے کہ وہی درخت کاٹنے جارہا ہوں شیطان
یہاں تم غلط کہتے ہو اور جھوٹے ہو اب جو گتھم گتھا ہوئے تو ابلیس نے دے مارا اب عابد ابلیس کی
میں یوں تھا جیسے باز کے پنجے میں چڑیا۔ ابلیس نے کہا کہ واپس چلا جا ورنہ بکری کے بچے کی طرح
کر دوں گا عابد نے کہا کہ اچھا مجھے چھوڑ دے میں واپس چلا جاؤں گا لیکن یہ تو بتا کہ پہلے میں کیوں
اور اب تو کیوں؟ ابلیس نے کہا کہ پہلے تیرا غصہ اللہ کے لئے تھا تو تو غالب آگیا اس واسطے کہ جو
اللہ کے لئے کام کرتا ہے میں اس پر غالب نہیں آسکتا اور اب تو دینار کی غرض سے غصہ میں تھا اور
ہوس کا بندہ مجھ پر غالب نہیں آسکتا۔

...ص کی حقیقت

جب تم نے یہ جان لیا کہ نیت عمل کا باعث اور عمل کے لئے متقاضی ہے تو اگر وہ ایک ہی متقاضی
ہو اسے خالص کہتے ہیں اور دو ہیں تو گویا اس میں شرکت ہو گئی۔ اسے خالص نہیں کہتے۔ شرکت کی
...یوں ہے کہ کوئی شخص اللہ کے لئے روزہ رکھے لیکن پرہیز سے یہ بھی مقصد ہو کہ اس سے تندرستی
...ی یا گھر کا خرچ کم ہو گا اور کھانے پکانے کی محنت سے بچے گا یا اور کوئی کام جو اسی نوعیت کا ہو اور اس
...مشغول ہو یا یہ کہ مثلاً" جاگتا رہے اور کچھ کام کر سکے یا غلام آزاد کرے کہ اس کے خرچ اور بد خوئی
...جائے اور تماشے دیکھنے کا موقعہ مل جائے یا اہل و عیال اور ان کے نان و نفقہ کی فکر سے کچھ دن
...نیب ہو جائے یا کسی دشمن کے رنج سے چھٹکارا حاصل ہو جائے یا رات کو نماز پڑھتا رہے کہ نیند نہ
...اور اس طرح مال کی بھی حفاظت ہو سکے یا روزی کی خاطر علم سیکھے یا اس طرح مال و متاع اور زمین و
...کا انتظام رکھ سکے یا لوگوں کی نظروں میں معزز و ممتاز ہو یا جلسہ و درس کا انتظام کرے کہ چپ رہنے
...بت سے بچا رہے یا قرآن شریف کی کتابت کرے تاکہ اس کا خط صاف اور پختہ ہو جائے یا پیدل سفر
...کرے کہ خرچ کی بچت ہو یا ٹھنڈا و پاک رہنے کی غرض سے وضو کرے یا جسم کی بدبو سے بچنے کی
...غسل کرے یا مکان کے کرایہ سے بچنے کی خاطر مسجد میں اعتکاف کرے یا کسی سائل کو خیرات دے
...س کی خوشامد اور الحاح سے بچ جائے۔ یا فقیر کی خدمت اس لئے کرے کہ اسے ناکام لوٹانے میں
...شرم محسوس ہوتی ہے یا بیمار کو اس لئے دیکھنے جائیں کہ میں بیمار ہوا تو لوگ مجھے دیکھنے آئیں گے اور مجھے
...و عتاب نہ کریں یا کوئی اور نیک کام کرے نیکو کار اور صالح اور مشہور ہو جائے یہ سب باتیں ریا کے
...ں ہیں جس کی تفصیل بیان ہو چکی۔ یہ خیالات تھوڑے ہوں یا زیادہ اخلاص کے لئے زہر قاتل ہیں
...ل خالص وہی ہے جس میں اپنی ذات کا کوئی فائدہ یا حصہ نہ ہو بلکہ وہ کام محض اللہ کے لئے ہو جیسا
...حضور علیہ السلام سے لوگوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ اخلاص کیا چیز ہے فرمایا اخلاص یہ ہے

کہ ان تقول ربی اللہ ثم استقم کما امرت یعنی یہ کہو کہ میرا پروردگار اللہ ہے پھر اس پر ایسے
جاؤ جیسا حکم دیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آدمی جب تک بشری صفات سے نہیں چھوٹے گا اس وقت تک
یہ معاملہ اس پر سخت دشوار ہوگا اسی لئے بزرگان سلف نے کہا ہے کہ اخلاص سے زیادہ سخت چیز کوئی نہیں
اگر ساری عمر میں ایک کام بھی اخلاص کے ساتھ ٹھیک ٹھیک ہو تو بھی نجات کی امید ہے فی الحقیقت بشریت
کی صفات اور اغراض سے ایک کام کو خالص اور صاف نکالنا ایسا مشکل ہے جیسے گوبر اور خون میں سے
دودھ نکالنا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے من بین فرث ودم لبنا خالصا سائغا للشاربین اس کی
تدبیر یہ ہے کہ آدمی کا دل دنیا سے ٹوٹ جائے تاکہ محبت الٰہی غالب ہو جائے اور آدمی عاشق صادق کی طرح
ہو جائے کہ جو کچھ خواہش کرے اپنے معشوق ہی کی خاطر کرے ایسا آدمی اگر کھانا کھاتا ہے یا قضاء حاجت
کے لئے جاتا ہے تو ممکن ہے کہ اس میں بھی اخلاص کی نیت کر سکے۔ اور جس شخص پر دنیا کی محبت غالب
ہو اس کے لئے نماز روزہ میں بھی اخلاص دشوار ہے اس لئے کہ انسانی اعمال دل کی صفت سے متصف
ہوتے ہیں اور دل جدھر غالب ہوتا ہے اس طرف میلان ہوتا ہے جس شخص پر جاہ کی محبت غالب ہوتی
ہے اس کے سب کام مخلوق کو دکھانے کی غرض سے ہوتے ہیں حتیٰ کہ صبح کو منہ دھونا اور کپڑے پہننا بھی
اسی لئے ہوتا ہے۔

مجلس، درس، روایت حدیث اور جو کام مخلوق سے متعلق ہیں ان میں اخلاص سب سے مشکل ہے
اس لئے کہ اس قسم کے کاموں میں بالعموم یہ خواہش ہوتی ہے کہ مخلوق واہ واہ کرے یا اللہ تعالیٰ کے قرب
کی خواہش تو ہوتی ہے لیکن ساتھ مخلوق کا قصہ بھی ہوتا ہے اس صورت مخلوق کا قصہ قرب الٰہی کے برابر
ہو گا یا کم یا زیادہ بہرحال آمیزش ہوگی اور نیت اس سے پاک رہے تو یہ علماء سے بھی مشکل ہے۔ (بلکہ اس
دور میں یہ طبقہ اس معاملہ میں زیادہ ملوث ہے اللہ تعالیٰ پناہ میں رکھے مترجم)

بعض احمق اپنے آپ کو مخلص سمجھتے ہیں اور غرور نفس کا شکار ہیں وہ اپنا عیب تک نہیں پہچانتے بلکہ
بہت سے زیرک لوگ بھی اس معاملہ میں عاجز اور حیران و درماندہ ہیں ایک بزرگ نے کہا ہے کہ تیس
برس تک میں نے پہلی صف میں نماز پڑھی وہ میں نے قضا کی اس لئے کہ ایک دن جو مجھے دیر ہو گئی اور
آخری صف میں جگہ ملی تو مجھے دل میں لوگوں سے شرمندگی محسوس ہوئی کہ کہیں گے کہ دیکھو آج دیر سے
آیا ہے تب مجھے معلوم ہوا کہ تمام خوشی تو محض اس کی تھی کہ لوگ پہلی صف میں دیکھ لیں۔ پس اخلاص
ایسی صفت ہے جس کا جاننا دشوار ہے اور جو عمل مشترک اور بے اخلاص ہو وہ قبول ہی نہیں۔

اسلام دینی و دنیوی علم میں فرق نہیں کرتا

(مولانا محمد شہاب الدین ندوی)

علم ایک مکمل وحدت ہے، جس کے دو بازو ہیں۔ شریعت اور فطرت۔ شریعت اسکا داہنا بازو ہے اور فطرت Natureاس کا بایاں بازو۔ اور ان دونوں کے صحیح تعاون اور ہمنوائی ہی کی بدولت ایک دوسرے کا صحیح نشوونما ہو سکتا ہے۔ اور یہ دونوں کسی بھی طرح ایک دوسرے کے خلاف یا باہم متصادم نہیں ہیں۔ لہٰذا اس قسم کا نظریہ کوتاہ بینی کی دلیل ہے۔

علم ایک متغیر اور ارتقاپذیر چیز ہے جو کبھی مکمل نہیں ہو سکتا اور اس حیثیت سے وہ قدیم و جدید کی تقسیم بھی قبول نہیں کر سکتا۔ کیونکہ سورج کی ہر نئی کرن اپنے جلو میں نئی معلومات اور نئے انکشافات لے کر آتی ہے۔ لہٰذا اس کو اگر قدیم و جدید کی اصطلاحوں میں تقسیم کر دیا جائے تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ہر ڈوبنے والے سورج کے ساتھ ہی پورے علم کو قدیم کہنا پڑے گا، جس کے لئے شاید کوئی تیار نہ ہو۔

مگر علم کے ارتقاء پذیر ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ہم اس علم کو "شجرہ ممنوعہ" سمجھ کر ترک کر دیں اور اس سے استفادہ کرنا ہی چھوڑ دیں۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ تجرباتی علوم و مسائل میں تبدیلی بہت ہی کم ہوتی ہے۔ اس کے برعکس تغیر (ارتقا زیادہ تر نظری مباحث و مسائل میں ہوتا ہے۔ مظاہر کائنات اور ان کے نظاموں کے باہمی روابط کی توجیہہ و تعلیل کے سلسلے میں علمائے فطرت اپنے آپ کو مجبور پاتے ہیں کہ "ان مظاہر کی کڑیوں کو ملانے کے سلسلے میں بعض مفروضات قائم کریں، جو بعد میں چل کر مزید تجربات کی رو سے غلط بھی ثابت ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا اس بنیاد پر یہ کہنا کہ سائنس یا علم جدید چند بدلتے ہوئے نظریات کا نام ہے کسی بھی طرح صحیح نہیں ہو سکتا۔ خود علم شریعت میں بھی اس کی مثالیں مل سکتی ہیں۔ علمائے شریعت کسی شرعی یا فقہی مسئلے میں کسی "نص قطعی" کی عدم موجودگی کی وجہ سے بعض قیاسی و استدلالی توجیہات یا عقلی تاویلات کا سہارا لیتے رہتے ہیں، جن میں اختلاف آراء اور ترمیم و اضافے کی بھی گنجائش رہتی ہے۔ اگرچہ نصوص قطعیہ میں کسی قسم کی تبدیلی یا ترمیم و اضافے کی گنجائش نہ رہے۔

اس طرح ان علوم میں ـــــ اختلاف موضوع کے باوجود ـــــ بہت گہری مشابہت و مماثلت پائی جاتی ہے۔ کیونکہ صحیفہ فطرت سے جہاں ہمیں اس کے خالق و صانع کی صنعت و خلاقی اور اس کی کرشمہ سازیوں کی معرفت حاصل ہوتی ہے تو نظام شریعت سے اس کی مرضی و منشاء اور نوع انسانی کے لئے اس کے تجویز کردہ ضوابط زندگی کا پتہ چلتا ہے اور یہ دونوں ہی اس کی صفات عالیہ کا پرتو اور اس کی صفات کمالیہ کے عکس ہیں۔

علم فطرت قرآن کی نظر میں

علم فطرت کی اہمیت اور اس کے قابل استدلال ہونے کے لئے محض اتنا ہی کافی ہے کہ قرآن حکیم

اس کو بھی "علم" میں شمار کرتا ہے اور اس علم کے حاملین کو "علماء" کے معزز خطاب سے سرفراز کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس علم کے ذریعہ ایک طرف خداوند کریم کی صنعت و خلاقی کا حال ظاہر ہوتا ہے اور اس کی ربوبیت و رحمانیت کے حقائق منظر عام پر آتے ہیں تو دوسری طرف کائنات اور نظام کائنات سے متعلق ہر نیا انکشاف دین و شریعت ہی کی ہمنوائی کرنے والا اور قرآن عظیم کے بیانات و تعلیمات ہی کی تصدیق و تائید کرنے والا ہوتا ہے۔ بلکہ نئے نئے حقائق و انکشافات سے اس کی صداقت اور اس کا اعجاز اور زیادہ کھل کر سامنے آ جاتا ہے۔ نیز اس کے اشارات و کنایات کی حقیقت اور زیادہ نکھر کر سامنے آتی ہے۔ اس طرح قرآن حکیم کی سائنٹیفک نقطہ نظر سے بہتر سے بہتر تفسیر ہوتی جائے گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

خلق الله السموت والارض بالحق۔ ان فی ذلک لایته للمومنین

اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حقانیت کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ اس باب میں اہل ایمان کے لئے ایک بڑی نشانی موجود ہے۔ (عنکبوت۔ ۴۴)

واقعہ یہ ہے کہ قرآن حکیم جس طرح دینی و شرعی امور سے متعلق "معلومات" کو علم سے تعبیر کرتا ہے، ٹھیک اسی طرح وہ کائنات اور مظاہر کائنات سے متعلق معلومات کو بھی "علم" ہی کا نام دیتا ہے۔ چنانچہ سورہ انعام (آیات ۹۵۔۹۷) میں بعض ارضی و سماوی اشیاء اور ان کے عجائب کا تذکرہ کرنے کے بعد ارشاد ہوتا ہے۔

قد فصلنا الایت لقوم یعلمون O "ہم نے یہ سب دلائل علم والوں کے لئے کھول کھول کر بیان کر دئے ہیں" (انعام۔ 97)

اس طرح ان مظاہر میں غور و فکر کرنے اور ان کے اسرار و حکمتیں معلوم کرنے پر ابھارتے ہوئے اس راہ میں کام کرنے والوں کو "اہل علم" قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح ارشاد ربانی ہے۔

هوالذی جعل الشمس ضیاء والقمر نورا وقدره منازل لتعلموا عدد السنین والحساب۔ ما خلق الله ذلک الا بالحق یفصل الایت لقوم یعلمون۔

وہی ہے جس نے سورج کو چمکدار اور چاند کو نورانی بنایا اور اسکے لئے منزلیں مقرر کیں، تاکہ برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کر سکو۔ اللہ نے ان چیزوں کو بے فائدہ نہیں بنایا ہے۔ وہ (اپنی) نشانیوں جاننے والوں کے لئے تفصیل سے بیان کرتا ہے۔ (یونس۔ 5)

مکڑی اور اس کے کمزور گھروندے کا تذکرہ کرنے کے بعد ارشاد ہوتا ہے۔

وتلک الامثال نضربها للناس ۔ وما یعقلها الا العلمون "اور یہ مثالیں ہم لوگوں (کی تفہیم کے لئے) بیان کر رہے ہیں۔ مگر ان مثالوں کو علماء ہی سمجھ سکتے ہیں۔ (جو ان مظاہر کا صحیح علم رکھتے ہوں) (عنکبوت۔ 43)

اسی طرح قدرت و ربوبیت کے بعض مظاہر کا تذکرہ کرنے کے بعد ارشاد ہوتا ہے۔

انما یخشی اللہ من عبادہ العلمرا "اللہ سے اس کے بندوں میں صرف علماء ہی ڈر سکتے ہیں (جو عظمت اور اس کے جلال کا صحیح علم رکھنے والے ہوں)۔ (فاطر ۔ 28)

ان آیات کے ملاحظہ سے یہ بے غبار حقیقت پوری طرح واضح ہو گئی کہ جس طرح علم شریعت کو علم موسوم کیا گیا ہے' اسی طرح نظام فطرت کی ساخت و پرداخت اور اس کے اصول و ضوابط پر بھی علم ہی اطلاق کیا گیا ہے۔ بلکہ آخری دو آیتیں تو علم فطرت کی فضیلت بھی ظاہر کر رہی ہیں۔ اس طرح صحیفہ فطرت کا علم رکھنے والے ان "علما" کو دیگر مواقع پر "قوم یعقلون" (دانش مند) اور قوم یتقون (ڈرنے والے) وغیرہ بھی کہا گیا ہے۔ بلکہ ایک مقام پر تو انہیں اولوا الالباب (پختہ عقل والوں) کے خطاب سے نوازا گیا ہے۔

ان فی خلق السموت والارض واختلاف الیل والنہار لایت لاولی الالباب

"آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور رات دن کے ہیر پھیر میں یقیناً" پختہ عقل والوں کے لئے بہت سی نشانیاں موجود ہیں۔ (آل عمران ۔ 190)

لہٰذا علم فطرت یا سائنسی علوم کا استخفاف کرنا یا ان علوم کو غیر اہم سمجھ کر نظرانداز کرنا صحیح نہیں ہے۔ علم شریعت اور علم فطرت دونوں کا علم رکھنے والے ہی "مکمل علم" کے حامل ہو سکتے ہیں۔ یہ علم ظاہر یا علم جدید (اپنے اصطلاحی معنی کے اعتبار سے) کیا ہے۔ سوائے "علم اسما" کے' جس کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ان کی تخلیق کے فوراً" بعد دے دی تھی۔ اس سے اس علم کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے' جس کی تعلیم علم شریعت پر بھی مقدم سمجھی گئی۔ بلکہ در حقیقت حضرت آدم علیہ السلام اسی علم فطرت کی تحصیل ہی کے باعث مسجود ملائکہ بنائے گئے۔ لہٰذا اتنے اہم ترین علم کی قدر و منزلت آخر کس طرح گھٹائی جا سکتی ہے؟ اس علم کو نظرانداز کرنا در حقیقت آدھے علم کو نظرانداز کرنا ہے۔ علم شریعت اور علم فطرت ہماری دو آنکھیں ہیں۔ اور اگر ہم نے کسی ایک کو بھی نظرانداز کر دیا تو اس کا مطلب ہو گا کہ ہم نے اپنی ایک آنکھ پھوڑ لی اور ایک آنکھ کے اندھے بن گئے۔

اولوالالباب کون ہیں

مگر اس موقع پر ایک غلطی کا ازالہ بھی مطلوب ہے۔ وہ یہ کہ قرآن حکیم نے مجرد علم فطرت یا محض مظاہر کائنات سے متعلق تفصیلی علم رکھنے والوں کی تعریف و توصیف نہیں کی ہے' جیسا کہ مذکورہ بالا آیات سے بظاہر مترشح ہو رہا ہے۔ بلکہ یہاں پر دراصل وہ جامع الکمالات ہستیاں مراد ہیں جو علم شریعت کے ساتھ ساتھ علم فطرت سے بھی مزین و آراستہ اور مظاہر کائنات کے اسرار اور اس کے بھیدوں سے واقف ہوں۔ یعنی کائنات مادی کی مشنری سے بخوبی واقفیت رکھتے ہوں۔ ورنہ مجرد علم فطرت یا علوم سائنس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔۔ چنانچہ جس آیت کریمہ میں "پختہ عقل والوں" کا تذکرہ کیا گیا ہے وہی اس حقیقت

غلطی کی بھی پردہ دری کر رہی ہے کہ محض نظام کائنات کے علم سے آراستہ لوگ "اولوالالباب" نہیں ہو سکتے۔ بلکہ فطرت و شریعت دونوں علوم کی جامع ہستیوں کو یہ خطاب دیا گیا ہے۔ کیونکہ اس آیت کے بعد کی آیتوں میں جو صفات مذکور ہیں وہ علمائے فطرت پر نہیں بلکہ علمائے شریعت پر صادق آتی ہیں۔ ارشاد باری ہے

الذین یذکرون اللہ قیاما و قعودا وعلی جنوبھم ویتفکرون فی خلق السموٰت والارض ربنا ما خلقت ھذا باطلا سبحنک فقنا عذاب النار

(یہ بات عقل والے لوگ وہ ہیں جو کھڑے بیٹھے اور لیٹے (ہر حالت میں) اللہ کو یاد کرتے ہیں اور زمین و آسمانوں کی تخلیق پر غور کرتے رہتے ہیں۔ (پھر وہ نتیجے کے طور پر پکار اٹھتے ہیں) اے ہمارے رب تو نے (کائنات) کو بیکار اور بے فائدہ پیدا نہیں کیا ہے (یہ حکمتوں اور مصلحتوں سے لبریز ہے) لہٰذا تو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا لے (جو تیری تعلیمات کے مطابق اس نظام کائنات میں غور و فکر کے باعث ہم کو صحیح معلوم ہو رہا ہے)۔ (آل عمران۔191)

اس آیت کریمہ کا تقاضا ہے کہ ہمارے علماء مظاہر عالم اور ان کی غرض و غایت کا باقاعدہ بغور مطالعہ کریں اور تمام جدید علوم و مسائل کا جائزہ لیتے رہیں۔ کیونکہ اس آیت کریمہ کے مطابق خدا سے ڈرنے والے علماء کا اصل منصب یہی ہے کہ وہ تمام علوم و فنون کا بے لاگ جائزہ لے کر نوع انسانی کو اچھے نتائج فکر سے آگاہ اور متنبہ کرتے رہیں۔ اسی بنا پر ایسے علماء اور "عاملین" کو "بات عقل والے" کہا گیا ہے۔

غرض اس کے بالمقابل ایک دوسرے مقام پر پوری وضاحت کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ مظاہر کائنات اور اس کی مشنری میں غور و فکر کی دعوت دینے کا مقصد ہی یہ ہے کہ لوگ خدا کی قدرت اور اس کی عظمت و جلال کا اعتراف کریں اور اس سے ڈریں۔ ورنہ خدا کی نشانیوں (یعنی نظام فطرت کے دلائل) سے غافل رہ کر دنیوی زندگی ہی میں منہمک ہو جانا بہت بری بات ہے اور ایسے لوگوں کا انجام اچھا نہیں ہو گا۔

ان فی اختلاف الیل والنھار وما خلق اللہ فی السموٰت والارض لایت لقوم یتقون ۔ ان الذین لا یرجون لقاءنا ورضوا بالحیوۃ الدنیا واطمانوا بھا والذین ھم عن ایتنا غفلون ۔ اولئک ماوھم النار بما کانوا یکسبون

دن رات کے اختلاف میں اور ان تمام مظاہر میں جن کو اللہ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا کر رکھا ہے ڈرنے والوں کے لئے نشانات و دلائل موجود ہیں۔ جو لوگ ہم سے ملاقات کی امید نہیں رکھتے اور دنیا کی زندگی پر راضی اور اسی میں مگن ہیں اور وہ لوگ جو ہماری آیات و نشانات سے غافل ہیں تو ایسے لوگوں کا ٹھکانہ دوزخ ہے ان کے اعمال کی پاداش ہیں۔ (یونس 6-8)

اس اعتبار سے مجرد فطرت NATURE کا علم نہ مقصود ہے اور نہ محمود۔ بلکہ قرآن کریم دراصل ایسے ہی بے خبر لوگوں اور ان کے ہمنواؤں کو جھنجھوڑتے ہوئے انہیں نظام کائنات سے صحیح نتائج حاصل کرنے پر زور دیتا ہے۔

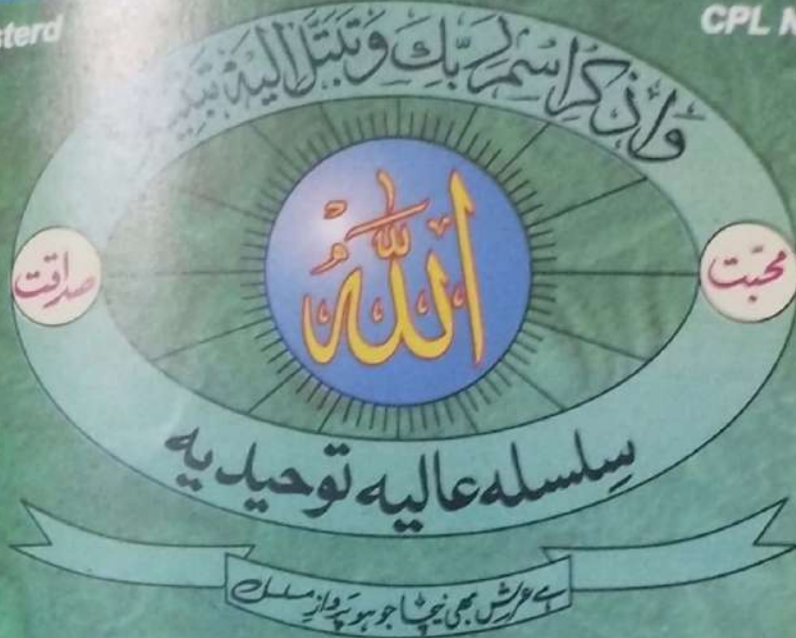
زندگی اور موت کا سوال

- جب ہمارا دین مکمل، ہمارا [illegible] برحق اور ہمارا قرآن اللہ تعالیٰ کی سچی کتاب ہے تو پھر ملت اسلامیہ کے زوال [illegible] ہے؟
- جب اللہ تعالے نے ہم سے وعدہ فرمایا کہ اگر تم مومن ہو تو تمہیں غالب رہو گے اور یہ بھی کہ اگر اللہ تمہارا مددگار ہے تو تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔ تو پھر ہم اسقدر مغلوب بے بس اور رسوا کیوں ہیں؟
- مسلمان نماز بھی پڑھتے ہیں، روزے بھی رکھتے ہیں اور حج بھی پہلے سے زیادہ کرتے ہیں۔ بزرگوں کے مزاروں پر عرس بھی خوب شاندار طریقہ سے مناتے ہیں۔ ماہ محرم میں بھی کیا جوش و خروش ہوتا ہے۔ مالدار بھی بہت ہیں اور لاکھوں لوگ کوٹھیوں، کاروں اور کارخانوں کے مالک ہیں تو پھر یہ مردنی کیوں ہے اور یہ تنزل کیوں ہو رہا ہے؟
- ہر طاقتور ملک کی نظریں ہمارے ملکوں پر کیوں لگی ہیں اور ہر طرف خون مسلم اسقدر بے دردی اور ارزانی کے ساتھ کیوں بہایا جا رہا ہے؟
- نکبت و ادبار کی موجودہ حالت سے نکلنے کے لئے کیا تدابیر اختیار کی جائیں اور کونسے لائحہ عمل پر چل کر ہم اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں

FALAH-E-ADMIAT

Registerd

CPL No. 491



بانی سلسلہ کی تصانیف

"چراغ راہ" خواجہ عبدالحکیم انصاری "سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے سالانہ اجتماعات پر مریدین کی تربیت اور راہنمائی کے لئے جو خطبات ارشاد فرماتے رہے یہ کتاب ان کا مجموعہ ہے اس میں نئے سلسلہ کے قیام کے اغراض و مقاصد تفصیل سے درج کرنے کے علاوہ راہ سلوک کے پیچ و خم، نشیب و فراز اس میں پیش آنے والی رکاوٹیں اور پیدا ہو جانے والی غلط فہمیاں بیان کر دی گئیں ہیں اور صدیوں سے حل طلب روحانی گتھیوں کو سلجھانے کے لئے ایسے ایسے نادر نکات بیان کئے گئے ہیں کہ یہ گیارہ خطبات ملت اسلامیہ کے لئے درس حیات اور سالکین کے لئے منارہ ہائے نور کی حیثیت رکھتے ہیں وہ خصوصی مسائل جن پر روشنی ڈالی گئی ہے یہ ہیں۔

☆ سلوک و تصوف میں اپنے ذاتی تجربوں اور تحقیق کا بیان۔
☆ مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور میں کیسے کیسے فقیر ملے اور مرشد سے ملاقات کا حال۔
☆ ہمارے زوال میں امرا علماء اور صوفیاء نے کیا کردار ادا کیا؟
☆ علماء ظاہر اور اہل روحانیت صوفیاء کے اصلاح کے طریقوں میں کیا فرق ہے۔
☆ قوم میں تصوف خفتہ اور تصوف بیدار کے اثرات کیا ہوتے ہیں؟
☆ تصوف کی اہمیت اور انسان کی زندگی پر اس کے اثرات۔
☆ عقل صمیم، عقل سلیم اور قلب سلیم کیا ہیں اور ان سے ہمیں کیا ملتا ہے۔
☆ یوگا، ہپناٹزم اور مسمریزم کی حقیقت اور انکے مقابلہ میں اسلامی روحانیت کی برتری اور فضیلت
☆ کرامات کی طاقت کس طرح حاصل ہوتی ہے اور کشف کیونکہ ہوتا ہے؟
☆ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی؟